شہیدِ وطن

اشفاق اللہ خان

مصنف

سید نصیر احمد

ایم۔کام'ایم۔اے(تاریخ)یل یل بی'ڈی پی یم'ڈی یل یل

ساہتیہ رتنا(ہندی)

مترجم

ابوالفو زان

ایم اے(اسلامیات)ایم اے(اردو)

بھاشا رتنا(ہندی)

نام کتاب	:	شہیدِ وطن'اشفاق اللہ خان
نام مصنف	:	سید نصیر احمد
نام مترجم	:	ابوالفوزان
باراول	:	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
قیمت	:	
بہ اہتمام	:	عفان قادری
کمپوزنگ	:	سہیل گرافکس'چھتہ بازار'حیدرآباد Ph: 9246161020
مطبع	:	ایان پرنٹرس'22-8-614'چھتہ بازار'حیدرآباد
ناشران	:	ایان پبلیکیشنز'22-8-614'چھتہ بازار'حیدرآباد Ph: 9700548614

---------- : **ملنے کا پتہ** : ----------

ایان پبلیکیشنز'22-8-614'چھتہ بازار'حیدرآباد

Ph: 9700548614

اس کتاب میں............

عرض ناشر

تاریخ کے معروف مصنف جناب سید نصیر احمد صاحب کی لکھی ہوئی یہ کتاب ''شہید اعظم اشفاق اللہ خان'' تحریک آزادی میں اشفاق اللہ خان جیسے مجاہدین کے ادا کردہ کردار کو نمایاں کرتی ہے۔ تحریک آزادئ ہند میں ''دورِ آتشیں'' سے موسوم ہونے والی انقلابی تحریک میں حصہ لیکر تاریخ ساز شخصیتوں کو شعور واحساس دینے والے انقلابی' کاکوری کے بہادر اشفاق اللہ خان کی ہمت وشجاعت سے بھرپور تاریخ کو اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

پہلی بار یہ کتاب 2002ء میں ''آزاد ہاؤز آف پبلیکیشنس'' کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی۔ عوام اور اہل علم میں اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسی کے پیش نظر مزید مواد کے ساتھ مناسب ردّ و بدل کے بعد کئی قیمتی تصاویر لئے ہوئے یہ کتاب دوسری بار آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

ہمارے ملک میں شیر وشکر ہوکر باہم مل جل کر زندگی گذارنے والے مختلف سماجی طبقات کے عوام مادرِ وطن کی آزادی کے لئے' پھر اس کے بعد ملک کی تعمیر وترقی کے لئے اپنے اپنے بزرگوں کے ذریعہ دی جانے والی عظیم قربانیوں سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر اس طرح کی واقفیت حاصل ہوجائے تو متعلقہ طبقات پر عزت و احترام کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اس عزت واحترام سے خیر سگالی اور خیر خواہی کے جذبات پروان چڑھیں گے۔ اس کے نتیجہ میں مذہبی رواداری مزید پختہ ہونے کی اُمید کے ساتھ............

عفان قادری

عرض مؤلف

مشہور کاکوری ریل واقعہ میں پھانسی کی سزاؤں کے سنائے جانے کے بعد' ان سزاؤں کی عمل آوری سے قبل' ہندوستان ریپبلک اسوسی ایشن کے قائد شری رام پرساد بسمل نے جیل میں اپنی خود نوشت سوانح حیات لکھی۔ پھانسی کی سزا کی تعمیل کے دن یعنی 1927ء ڈسمبر 19 تاریخ سے تین دن قبل یعنی 16/ڈسمبر کو اس خود نوشت کو انہوں نے مکمل کرلیا۔ اس خود نوشت پر مشتمل کاغذات کو انہوں نے اس وقت کی انقلابی تحریک کو اور تمام انقلابیوں کو ہر قسم کا تعاون دیتے ہوئے ایک ہمدم کے طور پر کھڑے ہونے والے' اخبار ''پرتاپ'' کے مدیر شری گنیش شنکر ودیارتھی کو خفیہ طور پر پہنچادیا۔ اس طرح جیل سے باہر آنیوالا یہ مواد ''اخبار' پرتاپ'' کے پریس سے 1928 میں ایک کتاب کی شکل میں شائع کردیا گیا۔ اس کتاب کو اس وقت کی برطانوی حکومت نے ممنوع قرار دیدیا تھا۔ لیکن اس پابندی سے پہلے ہی اس کتاب کے پہلے اڈیشن کی تمام کاپیاں عوام میں پہنچ چکی تھیں۔ عوام کے اصرار پر دوسرے اڈیشن کی تیاریاں شروع ہوئیں لیکن حکومت کی پابندی کی وجہ سے اس وقت یہ دوسرا اڈیشن مکمل نہ ہوسکا۔

اس خود نوشت میں رام پرساد بسمل نے انقلابی تحریک میں خود کے داخلے سے لیکر' اس انقلابی تحریک میں حصہ لینے والے اپنے تمام رفقاء کے مفصل حالات بیان کئے۔ انہوں نے اپنے انقلابی رفیق اشفاق اللہ خان پر ایک علحدہ باب مختص کرتے ہوئے ان کے بارے میں تفصیلی روشنی ڈالی۔ اس کے بعد کاکوری ریل واقعہ میں حصہ لیکر مختلف معیادوں کی سزائیں بھگتنے والے انقلابیوں نے اشفاق اللہ اور دوسرے انقلابی مجاہدین پر کئی کتابیں شائع کیں۔ ان کتابوں کی مدد سے شری سُدھیر ودیارتھی نے 1988 میں
Shaheed Ashfaqulla Khan Aur Unka Yug
(شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ) نام سے ایک کتاب شائع کی۔

1999ء میں اشفاق کا صد سالہ یوم پیدائش آیا۔ میری حسب کوشش ریاست آندھرا پردیش کے کئی مقامات پر جلسے اور مذاکرات منعقد کئے گئے۔ اس موقعہ پر عوام میں اشفاق کو تعارف کروانے کے مقصد سے مختلف جہات سے ان پر مضامین لکھ کر مختلف اخبارات کے ذریعہ قارئین تک پہنچایا گیا۔ اس کوشش کا عوام کی طرف سے زبردست خیر مقدم ہوا۔ اس ردعمل کے پیش نظر ''آزاد ہاوز آف پبلیکیشنس'' کے چیرمین جناب حاجی شیخ پیر احمد صاحب کی ہمت افزائی' وجے واڑہ کے ڈاکٹر زوجین جناب ایم اے رحمٰن 'اور محترمہ سیدہ اشرفین صاحبہ کے تعاون سے ''شہید اعظم اشفاق اللہ خان'' کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی گئی۔ اور یہ کتاب پہلی مرتبہ اگست 2002 میں شائع ہوکر منظر عام پر آئی۔

اس کے بعد اشفاق اللہ خان کے بھائی کے پوتے کے بارے میں ماہنامہ ''پراجا ساہتی'' کے مدیر شری نرملا نندہ کے ذریعہ معلومات حاصل ہوئیں۔ اس نوجوان کا نام بھی اشفاق اللہ خان ہی ہے۔ وہ اُتر پردیش کے شاجہاں پور میں رہتے ہیں۔ ان سے خط و کتابت ہوئی۔ ٹیلیفون پر گفتگوئیں بھی ہوئیں۔ اس تعارف سے اشفاق اللہ کے بارے میں مزید معلومات ہوئیں۔ 19/ڈسمبر 2003ء کو عزیز دوست فصیح الدین کے ذریعہ وشاکھا پٹنم میں اشفاق اللہ خان کی یاد میں منعقد کی گئی تقریب میں اس نوجوان اشفاق اللہ خان نے حصہ لیا۔ میں بھی ایک مقرر کے طور پر وہاں مدعو کیا گیا تھا۔ اس طرح آزادیٔ ہند کے مرد مجاہد اشفاق اللہ خان کے بارے میں ان کے پوتے سے بالمشافہ گفتگو کرتے ہوئے بہت ساری معلومات حاصل ہوئیں۔

عوام میں بے حد مقبولیت حاصل کرنے والی یہ کتاب ''شہید اعظم اشفاق اللہ خان'' کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ''تلگو اسلامک پبلیکیشنس'' کے ڈائرکٹر جناب عباد اللہ صاحب نے اس کتاب کو نئے انداز میں شائع کرنے کی تجویز رکھی جس کو میں نے بخوشی قبول کرلیا۔ سابقہ کتاب کو نئے مواد سے' کئی تصاویر سے از سر نو مرتب کیا۔ اس

سلسلے میں ’’’’ شہید اشفاق اللہ خان اوران کا یگ‘‘ (ہندی) نامی کتاب کے علاوہ اور بہت سی ہندی اورانگریزی کتب سے بھی استفادہ کیا گیا۔اس طرح دستیاب مواد کولیکر’’ شہید اعظم اشفاق اللہ خان‘‘ نامی اس کتاب کو نئے سرے سے مرتب کیا۔اس محنت اور کاوش کے باعث ایک نئی کتاب‘ تازہ مواد نایاب تصاویراور خاکوں کیساتھ آپ تک پہنچ سکی۔

میری اس نئی کوشش میں میرے ساتھ بھر پور تعاون کرنے والے’’ تلگو اسلامک پبلیکیشنس‘‘ کے ڈائرکٹر جناب عباداللہ صاحب کا‘ درکار تعاون دینے والے جناب واحد صاحب (ہفتہ وار‘ گیٹو رائی‘ حیدرآباد) کا‘ تعارفی کلمات سے نوازنے والے معروف مصنف شری ڈی نٹراج صاحب (اسسٹنٹ رجسٹرار‘ آندھرا یونیورسٹی‘ وشاکھا پٹنم) کا‘ میری اس تحریری مہم میں ہمیشہ میری ہمت افزائی کرتے ہوئے مجھے درکار تعاون فراہم کرنے والی میری شریک حیات محترمہ شیخ رمیزہ بانو صاحبہ کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اب رہا اس کتاب کے بارے میں......تو قارئین کرام ہی بہتر فیصلہ دے سکتے ہیں۔

سید نصیر احمد
ونو کنڈہ

مئی ۲۰۰۶ء

ڈی نٹراج
معروف مصنف‘ اسسٹنٹ رجسٹرار‘ آندھرا یونیورسٹی‘ وشاکھا پٹنم

کلمات تعارف

آپ چاہے کتنی ہی بار پڑھ لیجئے‘ لیکن سیر نہ ہوسکیں گے‘ ہندوستان کی تحریک آزادی کا حصہ بننے والے اس وقت کے انقلابیوں کی جدو جہد‘ ان کی قربانیوں کی ایسی ہی کچھ داستانیں ہیں۔اس تاریخ میں ایک ایک فرد ایک مینارۂ نور تھا۔ہم زیادہ تر بھگت سنگھ‘ راج گرو‘ آزاد ہی کو جانتے ہیں۔لیکن ان لوگوں سے بھی چار سال قبل رونما ہونیوالی انقلابی جدو جہد میں جوش وخروش اور بہادری سے حصہ لیکر گورے قصائیوں کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کرنے والے۔ مجھے کہنے دیجئے کہ سردار بھگت سنگھ کو بھی شعور واحساس دینے والے مردمجاہد اشفاق اللہ خان ہیں۔اس مجاہد کی قربانیوں پر مشتمل تاریخ کو انتہائی محنت اور جانفشانی سے جناب سید نصیر احمد نے کتابی شکل میں مرتب کیا۔اشفاق اللہ خان کی تاریخ کو‘ ان کے خیالات کو خوبصورت انداز میں شاعرانہ پیرائے میں‘ اس وقت کے واقعات کی مصنف نے منظر کشی کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کردیا۔ شروع کرنے کے بعد ختم ہونے تک ذوق وتجسس کو برقرار رکھتے ہوئے آخر میں قارئین کے دل ودماغ پر انمٹ اور گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہے یہ کتاب‘ یہ مصنف کے اسلوب بیان کی خوبی ہے۔

اس زمانے کی تاریخ میں اشفاق اللہ خان کی خصوصیت‘ ان کی وسیع النظری‘ دور اندیشی‘ ارادے کی مضبوطی‘ ان کی قربانی......غرض یہ کہ مصنف نے اس کتاب میں ان کی زندگی کے کسی بھی گوشے کو نہیں چھوڑا۔اس زمانے کے واقعات کو تسلسل سے بیان کرنے میں بھی بہترین ترتیب کو ملحوظ رکھا۔اس کتاب کے مطالعہ کے بعد بار بار یہ خیال آتا ہے کہ اگر اشفاق اللہ خان اتنی بڑی قربانی نہ دی ہوتی تو اس زمانے کی انقلابی تاریخ بھی شاید اتنا بڑا موڑ نہ لے پاتی۔کئی خیالات (نظریات) میں وہ بھگت سنگھ سے بھی بہت آگے ہیں۔ اشفاق اللہ خان تمام شعبوں میں مساوات چاہتے تھے۔ان کی سوچ کا یہ انداز ظاہر کرتا ہے

کہ انہوں نے پہلے ہی اندازہ کرلیا تھا کہ کس طرح تاریخ ہند کو آگے بڑھانے سے مساوات پر مبنی سماج تشکیل پاسکتا ہے۔ انتہاء پسندانہ سرگرمیوں کی بجائے وہ عوامی طاقت پر بھروسہ کرکے انقلابات کو برپا کرنا اور عوام میں تبدیلی کے لئے جدوجہد کرنا زیادہ اہم سمجھتے تھے نہ صرف سمجھتے ہی تھے بلکہ تنظیم کے اجلاسوں میں اسکا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔ اپنے استدلال رد کئے جانے کے باوجود جمہوری انداز میں تنظیم کے فرائض کا انکار نہ کرتے ہوئے خطرناک ترین کارروائیوں کے لئے بھی تیار ہوجانا اور پوری جانفشانی اور خلوص کے ساتھ ان کارروائیوں کو انجام تک پہنچانا۔ یہ ایسے واقعات ہیں کہ ہمیں حیرت زدہ کردیتے ہیں۔

اشفاق اللہ خان تاریخ 22 / اکتوبر 1900 کو ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جب وہ ساتویں جماعت میں پڑھ رہے تھے۔ اس وقت پہلی مرتبہ وہ انقلابی تحریک سے متعارف ہوئے۔ ابتداء میں انہیں اس بات پر شک تھا کہ مختصر تعداد رکھنے والا یہ انقلابی گروہ اپنے تھوڑے سے بندوقوں کے ذریعہ بھلا طاقتور برطانوی حکومت کا کس طرح مقابلہ کرسکتا ہے؟ اس طرح کے کئی شکوک وشبہات انہیں گھیر لیتے تھے۔ چاہتے تھے کہ خود بھی ایک مجاہد کی طرح موت سے ہمکنار ہوں۔ کسی انقلابی سے ملاقات کیلئے وہ بے چین ہو اُٹھے۔ بڑی مشکلوں کے بعد اس زمانے کے انقلابی قائد شری رام پر اساد بسمل سے ملاقات ہوئی۔ وہ ایک آریہ سماجی خیالات کے آدمی تھے۔ مسلمانوں کے تعلق سے غلط فہمیوں کا شکار تھے۔ جس کی وجہ وہ اشفاق اللہ خان کو مناسب انداز میں خوش آمدید نہ کہہ سکے' خوش آمدید کہنا تو دور کی بات ہے۔ ان پر بھروسہ تک نہ کرسکے۔ لیکن اشفاق اللہ خان کے اندر موجود حب الوطنی ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس کے بعد انقلابی تحریک میں اشفاق بسمل کے گہرے دوست بن گئے۔ یہ دونوں دوست بن جانے کے بعد پھانسی پر چڑ جانے تک کے تاریخی واقعات کو مصنف نے انتہائی دلچسپ انداز میں اس کتاب میں پیش کردیا۔

اس زمانے کے انقلابیوں کی اپنے مقصد کے تئیں پائے جانیوالے اخلاص کو جاننے کے لئے اس زمانے کے مسلم نوجوانوں میں پائی جانے والی حب الوطنی کو جاننے کے لے اس کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کتاب اشفاق اللہ سے متعلق ہے

لیکن اس زمانے کی انقلابی تاریخ کے ایک حصے کے طور پر اس انقلابی تحریک کو جاننے کے لئے قارئین کو یہ کتاب کافی قیمتی مواد فراہم کرتی ہے۔ اس وقت اشفاق اللہ کے ذریعہ دی گئی قربانی' بہت سے نوجوان مجاہدین کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنی۔ جس کسی تاریخی تبدیلی کے لئے اگر مسلمان نے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ تاریخی تبدیلی واقعی ہوگئی۔ یہ تاریخ کی بیان کی ہوئی سچائی ہے۔ لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانیوں کو' مسلمانوں کے ذریعہ ادا کی گئی خصوصی قیادت کو' ان کے لڑنے کی طاقت وقوت کو فراموش کردیا گیا۔ نتیجہ کے طور پر متعصّبانہ خیالات پروان چڑھ کر' کثرت میں وحدت کے خوبصورت وحسین وصف سے فائدہ اٹھانے کے نایاب ترین موقع سے ملک کے عوام گویا کہ محروم ہوگئے۔ اس زمانے کے مسلمانوں کی قربانیوں کو ضبط تحریر میں نہ لانا ہی آج کی اس بُری حالت کا سبب بنا۔ اس خسارے کو پورا کرنے کے لئے ہی مقامی زبانوں میں تاریخی مواد کو پیش کرنے کے عظیم مقصد کو ایک تحریکی شکل دیکر مؤلف جناب سید نصیر احمد نے اپنے حصے کی کوششیں شروع کردیں۔ اور فراموش کردہ بعض عوامی طبقات کی تاریخ ڈھونڈ کر عام لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی سعی کررہے ہیں۔ ان کوششوں کے ایک حصے کے طور پر ہی یہ کتاب ''شہید اعظم اشفاق اللہ خان'' پیش کی گئی۔

اس کتاب میں اشفاق اللہ کی زندگی کے اہم واقعات کو بیان کرنے کے لئے جو مختلف عناوین دی گئیں یقیناً وہ بہت معنی خیز ہیں۔ اشفاق اللہ کی تصویر کے ساتھ ہی ساتھ شری رام پر اساد بسمل کی تصویر بھی اس کتاب میں شامل کی گئی ہے۔ تحریک انقلاب کے مختلف مرحلوں کی تصاویر کے ساتھ ساتھ اشفاق اللہ کے جسم خاکی کی تصویر بھی مؤلف نے بڑی کاوش اور جستجو سے حاصل کرکے کتاب کی زینت بنایا۔ اشفاق اللہ سے متعلق کئی قیمتی تصاویر اور خاکے اس کتاب میں شامل کرکے کتاب کی قدر وقیمت کافی بڑھادی گئی ہے۔ جنگ آزادی کی شمع اشفاق اللہ خان پر اتنی اچھی کتاب پیش کرنے پر میں مصنف سید نصیر احمد کو کتاب کے ناشروں کو اس کاوش کے لئے مبارکباد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ کتاب ایک طرف عام قارئین کی اور دوسری طرف معروف اہل علم کی بے پناہ ستائش اور دعائیں حاصل کرکے رہیگی۔

ڈی۔ نٹراج

شہیدِ وطن اشفاق اللہ خان

مہاتما گاندھی نے ہندوستان کے سیاسی میدان میں داخل ہو کر انگریزوں کے خلاف جدو جہد کے لئے تحریک عدم تعاون کی شکل میں ایک نئی تحریک کا آغاز کیا۔ بڑی تعداد میں عوام اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ مادرِ وطن کی آزادی کے لئے مسلح جدو جہد ہی کو واحد ذریعہ سمجھنے والے انقلابیوں نے بھی اپنے ہتھیار پرے رکھ کر اس تحریک میں جوش و خروش سے حصہ لیا۔ سرزمین ہند کے تمام باشندوں نے پوری یکسوئی اور جوش و خروش کے ساتھ اس میں حصہ لینے کی وجہ سے تحریک اپنی انتہا پر پہنچ گئی۔

ایسے وقت میں جب کہ عوام نتائج کی پرواہ کئے بغیر پوری یکسوئی کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لے رہے تھے کہ ریاست اُتر پردیش کے چوراچوری' مقام کے زمینداروں کی ایماء پر پولیس نے تحریک کے دو کارکنوں کو قتل کر دیا۔ اس حادثہ سے مشتعل عوام نے پولیس اسٹیشن کو گھیر لیا۔ پولیس کے فائرنگ کرنے کی وجہ سے عوام انتقامی جذبات سے مغلوب ہو کر پولیس اسٹیشن کو آگ لگادی۔ جس سے متعدد پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کی وجہ سے گاندھی جی نے اپنی تحریک عدم تعاون واپس لے لیا۔ گاندھی جی کے اس فیصلے سے پورے ملک میں ناراضگی پھیل گئی۔ کانگریس کے قومی قائدین

سمیت نوجوانوں کو اور انقلابیوں کو بھی گاندھی جی کا یہ فیصلہ ہرگز قبول نہ ہوسکا۔ اس کے بعد جدو جہد آزادی کے لئے قومی کانگریس کا کوئی دوسرا متبادل پیش نہ کرنا' اور کانگریس کے قومی قائدین میں اختلافات کا اُبھر آنا ایسی چیزیں تھیں جس کی وجہ سے قومی تحریک پر جمود و تعطل طاری ہو گیا۔

گاندھی جی کے فیصلے کو عوامی تحریک کے لئے نقصاندہ سمجھنے والے نوجوان انقلابی اس نتیجہ پر پہنچے کہ غلامی کے طوق کو گلے سے اتارنے کے لئے مسلح جدو جہد کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اس فیصلے کے بعد انہوں نے پھر سے اپنے ہتھیار سنبھال لئے۔ اس طرح پھر سے جو مسلح جدو جہد کا آغاز ہوا تو اس کے ایک حصے کے طور پر ''کاکوری ریل ڈکیتی'' کا واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ انگریزی حکومت کے لئے گویا کہ ایک زلزلہ ثابت ہوا۔ اس واقعہ کے ذریعہ انقلابیوں نے پولیس انتظامیہ کو ایک چیلنج دیدیا۔ اس واقعہ کے سبب انہوں نے دشمن کی نیند حرام کردی۔ سیاسی میدان میں جو جمود و تعطل پیدا ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کے ذریعہ انقلابیوں نے آزادی کے تصور کو پھر سے زندہ کر دیا۔

کاکوری ریل واقعہ سے حکمراں طبقہ پریشان ہو گیا۔ اور پوری قوت سے عوام اور انقلابیوں پر ٹوٹ پڑا۔ اس واقعہ سے متعلق عدالت میں جو تحقیقات ہوئیں وہ عوام میں دلچسپی کا باعث بن گئیں۔ کیس کی تحقیقات کے دوران انقلابیوں نے جس ہمت اور مردانگی کا ثبوت دیا اور ہنستے کھیلتے جس طرح وہ تختہ دار پر چڑھ گئے۔ یہ چیز قومی تحریک آزادی میں ایک نئی جان ڈالدی۔ مورخین نے جس کو ''دورِ آتشیں'' کے طور پر تسلیم کیا۔ اس انقلابی دور میں کاکوری ریل واقعہ ایک گراں قدر سنگ میل ثابت ہوا۔

اس تاریخی واقعہ میں ''ہندوستان ریپبلک اسوسی ایشن'' کے ایک رکن کی حیثیت سے اشفاق اللہ خان نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ مادرِ وطن کی آزادی کے لئے مسلح جدو جہد میں اپنی جانوں تک کو حقیر نذرانہ کے طور پر پیش کر کے انگریزی حکمرانوں کے خلاف جدو جہد کے ذریعہ زندہ جاوید ہونے والے نوجوان انقلابیوں میں اشفاق اللہ خان بھی تھے۔ اس انقلابی سپوت نے اپنی غیر معمولی قربانی سے ملک کے نوجوانوں کے دلوں میں مادر

وطن سے محبت کی شمع فروزاں کر کے صرف اور صرف ستائیس سال کی مختصر عمر میں شہید ہو گیا۔
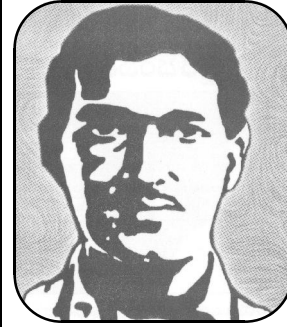
اشفاق اللہ کی پیدائش اور بچپن

پہلی جنگ آزادی کے وقت ہی سے مجاہدین کو پیدا کرنے والی سرزمین اُتر پردیش کے شہر شاہجہاں پور میں تاریخ 22/ اکتوبر 1900 کو ایک تعلیم یافتہ اور خوشحال زمیندار گھرانے میں اشفاق اللہ خان پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام مظہر النساء بیگم اور والد ماجد کا نام شفیق اللہ خان تھا۔ حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز یہ خاندان سیاست سے کوسوں دور تھا۔

اشفاق اللہ خان اپنے والدین کی آخری اولاد تھے۔ بہت ہی ناز و نعم میں اور لاڈ و پیار سے ان کی پرورش ہوئی۔ اشفاق دراز قد تھے۔ چوڑا سینہ' مضبوط جسم' شیر دل' چاق و چوبند اور شیریں گفتار تھے۔ اپنی ملنساری اور خوش پوشاکی کے سبب ہر ایک کو اپنی طرف راغب کر لینے والی شخصیت کے مالک تھے۔

اشفاق نے شاہجہاں پور کے '' ابی رچ مشن ہائی اسکول Abbi Rich Mission High School میں آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ انہیں تعلیم سے زیادہ تیراکی' گھڑسواری' اور شکار ہی میں دلچسپی تھی۔ بچپن میں کسی قدر شریر بھی تھے۔ لیکن اس عمر ہی سے ان میں رحمدلی' اور خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ (بسمل کی سوانح حیات ہندی مآخذ' شری رام پرساد بسمل' تلگو ترجمہ۔ شری انگوا ملی کارجنا شرما' مارکسٹ مطالعاتی مرکز' حیدرآباد ۱۹۸۹ء صفحہ: ۱۵۰) اشفاق کو کھیل کود میں بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہاکی کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ ہر روز ورزش کر کے اپنے جسم کو انہوں نے خوب مضبوط بنالیا تھا۔

اشفاق کی والدہ مظہر النساء بیگم مطالعے کی بے حد دلدادہ تھیں۔ وہ بہت ساری

کتابوں کا نہ صرف مطالعہ ہی کرتیں بلکہ متعدد اخبارات منگوا کر ان کا بھی مطالعہ کرتیں۔ اور تازہ واقعات پر مباحثہ کرنا بھی ان کا مشغلہ تھا۔ مختلف واقعات کو کہانیوں کی شکل میں اپنے چھوٹے صاحبزادے اشفاق اللہ خان کو سناتے رہنے کی وجہ سے اشفاق بچپن ہی سے مطالعہ کے شوقین ہو گئے؟ اپنی ماں کے پاس جو کچھ بھی اردو کتابیں تھیں اپنی ماں کی مدد سے ان سب کا مطالعہ کر لیا۔ اس مطالعہ نے اشفاق میں آزادی و حریت کے جذبات کی بنیاد ڈالی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے زمیندار گھرانے کے افراد سے مختلف اس مخصوص ماحول اور تہذیب سے الگ' اپنے بھائیوں کے عام طرزِ عمل سے الگ اپنے ایک مخصوص طرز کے فکر و عمل کو اختیار کرنا شروع کر دیا۔

اشفاق کو روایتی دینی تعلیم میں ماہر کامل بنانے کے لئے ان کے والدین نے ان کے لئے ایک استاد کا انتظام کیا۔ استاد کی حیثیت سے جن مولوی صاحب کا انتخاب کیا گیا وہ ایک قدیم طرز کے آدمی تھے۔ وہ شروع ہی سے انگیریزوں کے اور انگریزی تہذیب کے شدید مخالف تھے۔ انگریزوں سے دوستی کا انجام دوزخ جیسے تیز و تند خیالات کے حامل ان مولوی صاحب سے اشفاق نے گہرا اثر قبول کیا۔ مولوی صاحب کبھی بھی انگریزی مصنوعات کا استعمال نہ کرتے اور اپنے دیسی مصنوعات ہی استعمال کرنے کے لئے وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں کو تلقین کیا کرتے تھے۔ ان حالات کی وجہ سے اشفاق نے مولوی صاحب کے پاس دینی علم سے زیادہ انگریز مخالف خیالات ہی سے استفادہ کیا۔

ایسے خیالات کی بنا پر ہی انگریزوں کو شکست دینے کیلئے ترکی اور افغانستان کے حکمران ہندوستان پر حملہ کر کے انگریز حکومت کو ختم کریں۔ جیسے خیالات اشفاق ابتداء میں رکھتے تھے۔ اس طرح اگر ترکی اور افغان حکمران جنگ کا اعلان کر کے ہندوستان آجائیں تو ان کے ساتھ مل کر انگریزوں سے لڑنے کی سوچ رکھتے تھے۔ لیکن یہ خیالات ان کے ابتدائی زمانے کے تھے۔ مذہبی جذبات سے عود کر آنیوالے ایسے خیالات تھوڑے ہی دنوں بعد غائب ہو گئے۔

بعد کے زمانے میں ایسے خیالات کے پنپنے کے سبب اپنے آپ کو' اور ایسے

خیالات کے پیدا کرنے کا سبب بننے والے اشخاص کو خود انہوں نے ہی ملامت کی۔

تحریکِ آزادی سے تعارف

جب اشفاق ساتویں جماعت میں پڑھ رہے تھے کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو ان کے اندر کے انقلابی کو جگانے کا باعث بن گیا۔اس واقعہ نے ان کی زندگی کا رُخ ہی بدل دیا۔حسب معمول ایک روز جب اشفاق اسکول گئے تو دیکھا کہ اسکول کے تمام احاطے میں پولیس بھری ہوئی ہے۔ پولیس جمعیت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ یہ چیز ان میں دلچسپی کا باعث بن گئی۔واقعہ کے بارے میں دریافت کرنے پر انہیں معلوم ہوا کہ دسویں جماعت میں پڑھنے والے راجہ رام نامی طالب علم کو پولیس تلاش کر رہی ہے۔ ان کے ایک دوست نے بتایا کہ یہ لڑکا ’’مین پوری ڈکیتی‘‘ کیس کا ایک ملزم ہے۔ پولیس راجہ رام کو پکڑنے کا یہ مطلب نہیں کہ راجہ رام چور ہے۔اس اسکول میں راجہ رام کی طرح کے اور بہت سے طالب علم ہیں۔انگریزی حکومت کے خلاف کام کرنے والی خفیہ تنظیم کے یہ لوگ ممبر ہیں۔اور حکومت کی طرفداری کرنے والے دولت مندوں کو یہ لوگ لوٹ لیتے ہیں‘‘۔اس نے بتایا کہ راجہ رام کی طرح کے نوجوان مادرِ وطن سے بے حد محبت کرتے ہیں‘ عوام کو بے حد چاہتے ہیں۔لیکن انگریز حکومت اور اس حکومت کے پٹھوؤں کے یہ انقلابی مخالف ہیں۔اس دوست نے تفصیلات بتائیں۔

یہ تفصیلات اشفاق میں دلچسپی پیدا کرنے کا ذریعہ بنیں۔اپنے دوست سے مذاق کرتے ہوئے اشفاق نے کہا: ’’اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم بھی خفیہ تنظیم کے رُکن ہو تو میں تمہیں بھی گرفتار کروا دیتا‘‘۔جواب میں اس دوست نے کہا: ’’ان انقلابیوں کی طرح وہ خود بھی موت کو گلے لگانے تیار ہے‘‘۔دوست نے تو بس یونہی جواب دیدیا تھا۔لیکن اس کے جواب سے اشفاق حیران رہ گئے۔دوست کے یہ الفاظ ان کے دل میں گھر کر گئے۔

اسکے بعد مطالعہ کے دلدادہ اشفاق کتابوں‘ اخبارات و رسائل کے ذریعہ ملک

میں انگریز حکومت کے خلاف رونما ہونے والے واقعات اور تحریکات اور جدوجہد میں حصہ لینے والے بنگال کے انقلابیوں کی ہمت و شجاعت کے کارنامے‘ شری خودی رام‘ اور شری کنہیا لعل جیسے بہادروں کے جان قربان کردینے کے واقعات جان کر اشفاق بہت متاثر ہوتے اور چاہتے کہ خود بھی ان لوگوں کے نقش قدم پر چل کر ان بہادروں کی طرح مادرِ وطن کی خاطر لڑتے ہوئے جان قربان کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

اشفاق ان انقلابی تحریکات سے متاثر ہونے کے باوجود اس سلسلے میں تذبذب کا شکار تھے کہ آیا یہ تحریکات کامیابی بھی حاصل کرسکیں گی؟ مٹھی بھر ارکان پر مشتمل یہ تحریکات تھوڑے سے بندوق اور کچھ دوسرے ہتھیاروں کے ذریعہ ہر قسم کے ہتھیار اور بڑی تعداد میں فوج رکھنے والی انگریزی حکومت کا مقابلہ کرسکیں گی؟ اور اس طرح کا مقابلہ کرکے کیا کامیابی بھی حاصل کرسکیں گی؟ کیا یہ ممکن ہے؟ انقلابیوں کی ہمت و شجاعت اور ان کی قربانیاں کیا مطلوبہ نتائج تک پہنچا سکیں گی؟ اس طرح کے سوالات ان کے دل و دماغ کو بے چین کئے ہوئے تھے۔ان سوالات کے تشفی بخش جوابات نہ پاکر اشفاق اندرونی طور پر بے چین ہی تھے کہ ان کے کانوں میں مہاتما گاندھی کے ذریعہ شروع کردہ تحریک عدم تعاون کی بھنک پڑی۔ اور وہ اس طرف مائل ہوگئے۔ اشفاق اسکول کے ایک طالب علم کی حیثیت ہی سے مخالف انگریز تحریک میں شامل ہونا چاہتے تھے۔اس سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر اپنے سامنے موجود تحریک عدم تعاون میں حصہ لیکر تحریک آزادی کے لئے ایک دلیر اور جرأتمند مجاہد کی حیثیت سے بچپن ہی سے اپنی زندگی کا آغاز کردیا‘‘۔

تحریک عدم تعاون میں شرکت

غیر ملکی حکمرانوں کی طرف سے اپنے عوام پر جاری ظلم وستم اور بیجا زیادتیوں پر نظر رکھنے والے اشفاق اللہ خان آزادی اور حریّت کے لئے انگریز حکومت کے خلاف جاری تحریکات اور لڑائیوں سے بے حد متاثر ہوئے۔ مہا تما گاندھی کی قیادت میں جاری

تحریک میں انہوں نے ایک طالب علم کی حیثیت سے حصہ لیا۔انگریز کی غلامی کی نشاندہی
کرنے والی کسی بھی غیر ملکی چیز (مصنوعات) کو استعمال نہ کرنے کا انہوں نے تہیہ کرلیا۔
انگریز کا کپڑا ہی نہیں، انگریز کی وضع کے لباس بھی انہوں نے مخالفت کی ۔ دیسی
مصنوعات ہی استعمال کرنے کی انہوں نے تلقین کی ۔ مادرِ وطن کے لئے جینے کی وہ ہمیشہ
تلقین کرتے رہے۔اس کی ترغیب دیتے رہے۔لیکن ان کا یہ انداز ان کے گھر والوں کو
پسند نہیں آیا۔ گھر والوں کے پیہم اصرار پر بھی اشفاق اپنی اس روش سے باز نہیں آئے۔
یہاں تک کہ مشن اسکول سے انہیں نکال دیا گیا۔ اشفاق کے گھر کے تمام افراد کا تعلیم
یافتہ ہونا، لیکن اشفاق کی تعلیم سے عدم دلچسپی، پھر اس پر طرہ یہ کہ مخالف حکومت تحریکات
میں حصہ لینا ان کے گھر والوں کو ہرگز پسند نہ آیا۔ وہ ان پر بے حد برہم ہوگئے۔ان کے
والدین ہی نہیں۔ وہ جس اسکول میں پڑھ رہے تھے یعنی **Abbi Rich**
Mission High School کے صدر مدرس کو بھی بے حد غصہ آیا اور انہیں
اسکول سے نکال دیا گیا۔

اسکول سے نکالے جانے پر انہیں کوئی افسوس نہیں ہوا۔لیکن اسی عرصہ میں گاندھی
جی نے اپنی تحریک عدم تعاون واپس لے لی۔اس اقدام سے انقلابی تحریک کے خیالات
ان کے دل و دماغ میں گھر کرنے لگے۔ تھوڑے سے لوگوں کا ہتھیاروں سے لڑ کر انگریز
حکومت کا خاتمہ کرنا کیا یہ ممکن ہے؟ یہ سوال ان کے ذہن میں پھر سے تازہ ہوگیا۔

اسی زمانے میں ایک کتاب ''لوآف کنٹری(**Love of Country**)نام
کی ان کے ہاتھ لگی۔اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ ایک بہادر انقلابی کے تن تنہا عمل نے کس
طرح دشمن کی تباہی و بربادی سے اپنے ملک کو بچایا۔ اس کتاب میں یہ بتایا گیا تھا کہ
جب دشمن کی فوج ان کے ملک پر ٹوٹ پڑی تھی اور شہر میں داخل ہوکر تباہی و بربادی
مچانے ہی والی تھی کہ تین دوستوں نے ملکر شہر کو ملانے والے ایک پل کو اُڑا دیا تھا۔ جس کی
وجہ سے دشمن فوج شہر میں داخل نہ ہوسکی۔ اس طرح عوام تباہی و بربادی سے بچ گئے۔
اس طرح اپنے عوام کو بچانے والا انقلابی ''حاریسن'' کا کردار اشفاق کو بے حد پسند آیا۔

اس انقلابی کی ہمت و شجاعت، اپنی قوم پر مرمٹنے کا جذبہ، حاضر دماغی نے اشفاق کو بے انتہا
متاثر کیا۔اس کے بعد انقلاب کی کامیابی سے متعلق جو بھی شکوک و شبہات ان کے دماغ
میں تھے۔ وہ ایک ایک کرکے دُور ہونے لگے۔

اس کے بعد اپنے مستقبل سے متعلق منصوبوں میں غرق اشفاق کو ایک دن ان
کے ایک استاد نے ایک ایسی کتاب دی جس میں دنیا کے مشہور انقلابیوں کی سوانح
حیات درج تھیں۔ اس میں دنیا کے مختلف ممالک کے انقلابیوں کے واقعات کی مرقع
آرائی کی گئی تھی۔ اس کتاب کو دیتے ہوئے ان کے اُستاد نے کہا ''اس کتاب کو بطورِ
انعام لینے کے حقدار صرف تم ہو۔اس لئے یہ کتاب مَیں تمہیں دے رہا ہوں''۔ اُستاد
کے ان جملوں نے اشفاق میں کسی قدر فخر کا احساس پیدا کیا۔ انہوں نے اس کتاب کا
بڑے انہاک سے مطالعہ کیا۔ جب تک وہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہے۔ انہیں ایسا
محسوس ہونے لگا کہ اس کتاب کا ایک ایک بہادر خود انکے سامنے نمودار ہو کر غیر معمولی
ہمت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کے انقلابی واقعات کو من و عن تفصیل
سے بیان کر رہا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے فارغ ہونے کے بعد ان کا دماغ مختلف قسم کے
سوالات کا آماجگاہ بن گیا۔ اس کتاب کے انقلابی مجاہدوں کی طرح کیا خود کو بھی مادرِ وطن
کی خاطر جان کی بازی لگانے کا سنہرا موقع نصیب ہوگا؟ کیا مَیں خود بھی انقلابی بن
سکوں گا؟ کیا ایسی خوش نصیبی میرے حصے میں بھی آسکتی ہے؟ وہ اپنے آپ ہی سے اس
طرح کے سوالات کرنے لگے۔ ان سوالات کے خود ہی جوابات دیتے ہوئے مادرِ وطن
کے لئے جان کی قربانی دینے والے انقلابی تحریک کے خدّ و خال بنانے میں اپنے آپ کو
مصروف کرلیا۔

انقلابیوں سے تعارف

عالمی انقلابی تحریکات، ان تحریکات میں زندگیوں کو نچھاور کرکے اپنے عوام کا بھلا

چاہنے والے غیر ملکی آقاؤں کی غلامی سے اپنے مادرِ وطن کو آزاد کرانے کی انتھک جدو جہد
کرنے والے انقلابیوں کی باہمت اور شجاعت سے پُر زندگیوں سے اشفاق بے حد متاثر
ہوئے۔ مادر وطن کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے والے انقلابی کی حیثیت سے دنیا کے
مشہور انقلابیوں کی صف میں خود کو بھی شامل کرنے کا اشفاق اللہ نے تہیہ کرلیا۔ اس کے
بعد انقلابیوں سے دوستی اور رفاقت کے لئے اشفاق نے کوششیں شروع کردیں۔ ابی رچ
مشن ہائی اسکول کے طالب علم شری راجہ رام سے دوستی کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن اس
وقت تک چونکہ راجہ رام گرفتار ہو چکے تھے۔ اس لئے یہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔
شری راجہ رام کی گرفتاری کے وقت ایک دوست نے اطلاع دی تھی کہ اس اسکول
میں کئی اور انقلابی ہیں۔ لہٰذا ان کی تلاش میں مصروف ہوگئے۔
انہیں کوششوں کے درمیان ان کے ایک دوست نے ''آنند مٹھ'' نامی ہندی
کتاب مطالعہ کے لئے دی۔ چونکہ اشفاق ہندی اچھی طرح پڑھ نہیں سکتے تھے۔ اس
لئے ایک دوست سے اس کتاب کو پوری پڑھوا کر سنا۔ اس کتاب پر تبصرے کے دوران
اس دوست نے انقلابی تحریک میں سرگرم حصہ ادا کرنے والے اس اسکول کے ایک
سابق طالب علم شری پنڈت رام پرساد بسمل کے متعلق بتایا۔ یہ رام پرساد بسمل خود اشفاق
کے وطن شاجہاں پور سے تعلق رکھتے تھے۔ اشفاق کے بڑے بھائی ریاست اللہ خان
کے بسمل دوست ہی نہیں بلکہ Abbi Rich Mission High
School کے ہم جماعت بھی تھے۔
اشفاق کے لئے اتنی سی معلومات کافی تھیں۔ اب وہ رام پرساد بسمل سے
تعارف کے لئے کوششیں شروع کردیں۔ لیکن اشفاق کو بسمل کا تعارف اتنی آسانی سے
حاصل نہ ہوسکا۔ ایک مرتبہ شاجہاں پور سے قریب ''قنوت'' دریا کے کنارے ریت
کے ٹیلوں پر ایک میٹنگ ہوئی۔ یہ معلوم ہونے پر کہ رام پرساد بسمل اس میٹنگ میں
شرکت کرنے والے ہیں۔ اشفاق بھی اس مجلس میں شریک ہوئے۔ اس میٹنگ میں
رام پرساد بسمل نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مادر وطن کی آزادی کے لئے وہ ہر قسم کی

قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اور اس کے ساتھ انہوں نے یہ اپیل کی کہ مادرِ وطن کو آزاد
کرانے کے لئے تمام نوجوانوں کو تیار ہو جانا چاہیے۔ یہ تقریر اشفاق کے دل کو بھاگئی۔
اسی وقت اشفاق نے رام پرساد بسمل کی قیادت میں چلنے والی اس انقلابی تحریک میں
شامل ہونے کا ارادہ کرلیا۔

مسلم مجاہدین کے لئے کڑی آزمائش

اس میٹنگ میں اشفاق نے پہلی دفعہ رام پرساد بسمل کو دیکھا۔ اس کے بعد وہ اکثر
بسمل سے ملاقات کرنے لگے۔ اشفاق بسمل سے گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ کئی مرتبہ اس کی
کوشش بھی کی۔ لیکن بسمل نے کبھی بھی کھلے دل سے ان سے بات ہی نہیں کی۔ اشفاق
کے ساتھ وہ ہمیشہ بے اعتنائی اور لاپرواہی سے پیش آتے رہے۔ کم از کم اخلاقاً اشفاق
سے بات کرنے کے بجائے بسمل اشفاق پر شک کرنے لگے۔ ان شکوک وشبہات اور بے
عزتی کی پرواہ کئے بغیر اشفاق اپنی کوششوں میں لگے رہے۔
اس زمانے میں ایسی بے اعتنائی یا بے عزتی یا شکوک وشبہات صرف اشفاق تک
محدود نہیں تھے۔ مادرِ وطن کے لئے جان تک قربان کرنے کا جذبہ رکھنے والے اکثر مسلم
انقلابیوں کو ایسی ہی تلخ صورتحال سے سابقہ پڑا۔ بے مثال محبِّ وطن کی حیثیت سے
مشہور مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی ایسی ہی بدنصیبی سے دوچار ہونا پڑا۔ بنگال کی انقلابی
تحریک ''انوشیلنا سیمتی (Anusheelana Samithi) میں مولانا ابوالکلام
آزاد شامل ہونا چاہتے تھے۔ مولانا کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان پر شک کرکے اس
سیمتی میں ان کو شامل کرنے اور رکن بنانے سے صاف انکار کردیا گیا۔ مجبور ہوکر مولانا
نے ''دارالارشاد'' نام سے خود ایک انقلابی تنظیم بنائی۔ وطن عزیز کے لئے جان کی قربانی
سے بھی دریغ نہ کرنے کی قرآن مجید کو گواہ بنا کر خدّی پور کے قبرستان میں دارالارشاد
کے ممبروں سے حلف (قسم) لی گئی۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ زمانے کے بعد بنگال کے

انقلابیوں نے مولانا کی نہ صرف عزت کی بلکہ ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے انقلابی کارروائیوں کو ملک کے اور بہت سے مقامات تک وسعت دی۔

ان واقعات کو مولانا آزاد نے اپنی کتاب India Wins Freedom میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔اس کے بعد مولانا انقلابی راستہ پر تھوڑی دور چلنے کے بعد مہاتما گاندھی کے اثر سے تحریک عدم تشدد میں شامل ہونا سبھی جانتے ہیں۔

(In fact all the revolutionary groups were then actively anti muslim ...... At first they did not fully trust me and tried to keep me outside their inner council ...) India Wins Freedam By. Moulana Abul Kalam Azad Orient Longman Delhi. 1998- Page-5

اشفاق اللہ خان بھی ایک مسلم نوجوان تھے۔اس لئے ان کے اخلاص سچائی' اور بے غرضی پر بسمل شک کرتے رہے۔اس سلسلے میں کم از کم ایک مرتبہ اشفاق سے بات کرنے کے لئے بھی بسمل آمادہ نہ ہوئے۔انہیں انقلابی دستہ میں نہیں لیا۔کئی مرتبہ وہ بسمل کے دھتکار کا شکار ہوئے۔اس کے باوجود اشفاق نے ہمت نہیں ہاری۔اور اپنی کوششوں سے دستبردار نہیں ہوئے۔اور رام پرساد بسمل سے ملاقات کی کوششوں کو ترک نہیں کیا۔بسمل کے ذریعہ اس انقلابی تحریک میں شامل ہونے مسلسل کوشش کرتے رہے۔

ایک مرتبہ اشفاق اپنی طرف سے رام پراساد بسمل سے مل کر انقلابی تحریک پر بحث کرنے پر زور دیا۔لیکن اس وقت رام پراساد بسمل نے انکار کردیا۔اس کے باوجود اشفاق نے اپنی ضد نہیں چھوڑی۔اور لگاتار رام پراساد سے ربط میں رہے۔اتنے دنوں تک رام پراساد کے گرد چکر لگاتے رہنے کا پھل اشفاق کو مل ہی گیا۔آخر کار رام پراساد کو اشفاق کی خواہش کے سامنے جھکنا ہی پڑا۔

اس بات کو خود رام پراساد بسمل نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں اس طرح بیان کیا ہے۔"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔شہنشاہ کے اعلان معافی کے بعد جب دوبارہ

میں شاہ جہاں پور آیا تو تم نے پہلے تو مجھ سے اسکول میں ملاقات کی۔تمہارے دل میں مجھ سے ملنے کی شدید خواہش تھی۔لیکن پوری سازش کے سلسلے میں تم مجھ سے کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔اسکول میں پڑھنے والے ایک مسلم طالب علم کی زبان سے ایسی باتیں سن کر پہلے تو میں شک میں پڑ گیا۔اس لئے تمہارے سوالات کے انتہائی لاپرواہی سے جوابات دئے۔جس کی وجہ سے تمہیں اس وقت انتہائی تکلیف پہنچی۔تمہارے دل کی جو کیفیات تھیں ان کو میں تمہارے چہرے کے اُتار چڑاؤ سے صاف محسوس کر رہا تھا۔لیکن اس کے باوجود تم نے اپنی کوششیں ترک نہیں کیں۔اور مضبوطی سے اپنے موقف پر جمے رہے۔آخر کسی نہ کسی طرح موقعہ پا کر لکھنؤ کانگریس میں مجھ سے بات کر ہی لی"۔(بسمل کی خود نوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۵)

اشفاق اپنی دھن کے پکے تھے اس لئے وہ لگاتار رام پراساد سے چمٹے رہے اور ان سے یہ خواہش کرتے رہے کہ خود کو اس انقلابی تنظیم میں شامل کیا جائے۔وہ بار بار رام پراساد سے یہی کہتے رہے کہ وہ اس تنظیم سے جڑ کر کام کرنا چاہتے ہیں۔آخر میں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ "میں دھوکہ باز آدمی نہیں ہوں"۔انہوں نے اپنی کوششوں کو اور تیز کردیا۔یہی نہیں بلکہ بسمل کے دوستوں سے بھی سفارش کروائی۔اشفاق کی ضد اور ان کے ذوق وشوق نے آخر کار رام پرساد کو بھی مجبور کردیا۔اشفاق کی گفتگو میں جھلکنے والی سچائی' انقلابی تحریک میں شامل ہونے کے ان کے پختہ ارادہ کا امتحان لینے کے بعد اشفاق سے دوستی کرنے رام پراساد آخر راضی ہو ہی گئے۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے رام پراساد نے کہا: "اپنے دوستوں سے سفارش کروا کر تم نے مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔آخر کار تم ہی جیت گئے۔اپنی کوششوں کی بدولت تم نے میرے دل میں اپنا مقام بنالیا۔مزید اس کے جب یہ معلوم ہوا کہ تمہارے بڑے بھائی اردو مڈل اسکول میں میرے ہم جماعت اور دوست تھے' مجھے بے انتہاء خوشی ومسرت ہوئی"۔(بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۵)

اشفاق اللہ کے ساتھی بسمل

بسملؔ، اشفاق کی دوستی

مختلف قوتوں اور اشخاص کی وجہ سے اس زمانے میں شمالی ہند میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات نہیں تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کے تنازعات کے سبب رواداری کا ماحول ختم ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے اشفاق اور بسمل کی دوستی بہت سے لوگوں کے لئے حیرت کا باعث بنی ہوئی تھی۔

اشفاق اسلام کے شیدائی تھے۔ اسلام کے احکامات پر پوری طرح عمل پیرا ایک باعمل مسلمان تھے۔ جب کہ رام پرساد بسمل آریہ سماج کے سرگرم کارکن تھے۔ سناتن دھرم کے پرستار تھے۔ ہندو دھرم سے دوسرے مذاہب میں جانے والے لوگوں کو شدھی کر کے پھر سے ہندو دھرم میں واپس لانے کے پروگراموں کو سرگرمی سے انجام دینے والے شخص۔ مذہبی اعتبار سے یہ دونوں ہی اپنے اپنے مذاہب پر سختی سے کاربند تھے۔ ایسے دو اشخاص کے درمیان ہونے والی یہ دوستی اُس زمانے میں بحث کا ایک خاص موضوع بن چکا تھا۔

اس زمانے میں یہ دوستی کس طرح ایک ہلچل اور تشویش کا باعث بن چکی تھی، ان

دو بہادروں کو لیکر عزیز و اقارب کس طرح تشویش میں مبتلا اور فکرمند تھے اس کا ذکر رام پرساد اپنی سوانح حیات میں اس طرح کرتے ہیں۔

''ایک خالص آریہ سماجی میں اور ایک مسلمان میں یہ دوستی کیسے قائم ہوئی؟ یہ دیکھ کر لوگ دنگ رہ جاتے۔ میں مسلمانوں کو (پھر سے ہندو بناتے ہوئے) شدھی کرتا رہتا تھا۔ آریہ سماج کی مندر ہی میں میرا قیام تھا۔ لیکن تم نے ان تمام چیزوں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی۔ میرے بعض دوست محض اس لئے کہ تم مسلمان ہو، حقارت کی نظر سے تمہیں دیکھتے تھے۔ لیکن تم مضبوط ارادہ سے جمے رہے، مجھ سے ملاقات کیلئے تم اکثر آریہ سماج کی مندر آتے جاتے رہتے، ہندوؤں اور مسلمانوں میں جب فسادات ہوتے تو تمہارے محلے کے اکثر لوگ تمہارے منہ پر ہی تمہیں لعن طعن کرتے۔ لیکن تم کبھی بھی ان کے خیالات سے متفق نہ ہو سکے۔'' (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات، صفحہ: ۱۰۵)

آریہ سماج سے تعلق رکھنے والے رام پرساد بسمل سے دوستی منقطع کرنے اشفاق کے گھر والے، دوست احباب ان پر کافی دباؤ ڈالتے رہے۔ لیکن اشفاق بسمل کی دوستی سے کنارہ کش نہیں ہوئے۔ وہ ہر دن بسمل سے ملتے۔ زیادہ سے زیادہ وقت ان کے ساتھ گذارتے۔ انگریز حکومت کی عوام مخالف کارروائیاں، عوام کی مشکلات، آزادی، اور حریت کے لئے چلنے والی خفیہ تحریکات ان کے نتائج، اس طرح مختلف موضوعات پر بحث ومباحثے ہوتے۔ آزادی اور حریت جیسے عظیم مقصد کے حصول کے لئے اختیار کئے جانے والے مختلف منصوبوں پر غور فکر کرنا، انہیں روبہ عمل لانے کے طریقوں پر بحث ومباحثوں ہی میں ان مجاہدین کا وقت گزرتا رہتا۔

وطن عزیز کی آزادی ہی ان دو بہادروں کی دوستی کا مرکزی نکتہ تھی۔ اس چیز کو اقرباء اور دوست احباب سمجھ ہی نہ سکے۔ اس دوستی کا اصل مدعا نہ جاننے کی وجہ، سے اشفاق کے گھر والے اور زیادہ تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ وہ ڈر رہے تھے کہ کہیں اشفاق اپنا مذہب چھوڑ کر، شدھی ہو کر ہندوؤں میں نہ مل جائے۔ اسی لئے بسمل کی دوستی ترک

کرنے پر وہ زور دیتے رہے۔ ایک بار ناسازی صحت کی بنا پر اشفاق پر غشی طاری ہوگئی۔ لیکن ایسی حالت میں بھی ہر دن مل کر تبادلۂ خیال کرنے والے اپنے خاص دوست رام پر اساد بسمل کو پکارنے لگے۔ بار بار رام پر اساد بسمل کو ''رام رام'' کہہ کر پکارنے سے ان کے گھر والوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

اس واقعہ کو رام پر اساد بسمل نے اس طرح بیان کیا: ''تمہارے محلے میں لوگ علی الاعلان تمہاری مذمت کرتے۔ یہاں تک کہ تمہیں کافر کہہ کر پکارتے۔ لیکن تم نے کبھی بھی ان کے خیالات سے اتفاق نہیں کیا مجھ سے تمہیں بے انتہاء لگاؤ تھا۔ تم نے کبھی بھی مجھے اپنے پورے نام سے نہیں پکارا' تم ہمیشہ مجھے رام کہہ کر ہی مخاطب کرتے رہتے۔ ایک مرتبہ تم دل کی دھڑکن تیز (Palpitation of heart) ہوجانے کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے' اس وقت تمہاری زبان سے بار بار ''رام رام'' کے الفاظ ہی نکل رہے تھے۔ اس کے سبب تمہارے ارد گرد جمع ہونے والے تمہارے بھائی اور دیگر اقرباء حیران رہ گئے کہ یہ کیا بات ہے کہ تمہاری زبان سے رام رام کے الفاظ نکل رہے ہیں۔ اس پر ان لوگوں نے تمہیں 'اللہ اللہ' کہنے کی تلقین کرتے رہے۔ لیکن تم نے رام نام کہنا بند نہیں کیا۔ لیکن اسی عرصے میں اس رام نام کے راز سے واقف ایک دوست کا وہاں آنا ہوا اور اس نے فوری مجھے وہاں طلب کرلیا۔ مجھ سے ملنے کے بعد ہی تمہیں افاقہ ہوا۔ اس کے بعد ہی وہاں موجود لوگوں کو پتہ چل گیا کہ اس ''رام نام'' کے ورد میں چھپا ہوا راز کیا تھا؟'' (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۶)

رام پر اساد بسمل نے کبھی بھی اپنے مذہبی خیالات سے اشفاق کو متاثر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس سلسلے میں وہ وسیع النظر اور راست باز تھے۔ اشفاق کے گھر والے گھبرا رہے تھے کہ کہیں اشفاق بسمل کے ذریعہ شدھی نہ ہوجائے۔ اس تشویش سے واقف ہونے کے بعد انہوں نے کہا ''تمہارے گھر والے تمہاری حرکات سے پریشانی میں مبتلا ہوگئے کہ کہیں تم اپنا مذہب چھوڑ کر' شدھی ہو کر ہندو نہ بن جاؤ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمہارا دل کبھی بھی اشد (ناپاک) ہی نہیں تھا۔ تو پھر یہ لوگ جان ہی نہ سکے کہ تم کس چیز کی

شدھی کرالیں گے۔ اس طرح تم نے جو ترقی حاصل کی اس نے میرا دل جیت لیا۔'' (بسمل خودنوشت:۱۰۶)

بسمل نے اس طرح اشفاق کے مذہبی خیالات کو خراج تحسین پیش کیا۔

جہاں بسمل ہوتے وہاں اشفاق ضرور ہوتے۔ ان دونو جوانوں نے ایک مثالی دوستی کا مظاہرہ پیش کیا۔ ایک عظیم مقصد کی خاطر وجود میں آنیوالا ایسا بندھن ذات' قوم' مذہب اور علاقہ کی تفریق سے بھی بلند ہوتا ہے۔ اس چیز کو ان دونوں نے اپنی دوستی کے ذریعہ ثابت کر دکھایا۔ مادرِ وطن کو غیر ملکی حکمرانوں کی غلامی سے آزاد کرانے شروع کردہ مسلح جدوجہد مذہب اور مذہبی روایات کی زنجیروں کو توڑ کر بھی حصول مقصد میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ اسی نظریہ کو ان دو ساتھیوں نے حقیقت واقعہ کے طور پر تاریخ میں درج کروادیا۔

ان دو ساتھیوں کو ان کے اپنے مذہب والوں نے خارج از مذہب قرار دیکر ان کی مذمت کی۔ بسمل کو ان کے اپنے ساتھیوں نے جو وارننگ دی تھی' اس کا ذکر کرتے ہوئے وہ اس طرح رقمطراز ہیں:

''ہمارے احباب میں اکثر تمہارے بارے میں (اشفاق کے بارے میں) تذکرہ ہوتے رہتا۔ (وہ کہتے تھے) تم بھروسہ کررہے ہو۔ لیکن یاد رکھو تم دھوکہ کھا جاؤ گے' لیکن آخر کار تم ہی جیت گئے۔'' (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۶)

اس طرح بسمل نے خود ہی اعتراف کرلیا۔ ان دو دوستوں کے ساتھیوں نے' گھر والوں نے چاہے کتنی ہی مذمت کی ہو' لیکن ان دو دوستوں کی یہ مثالی دوستی آخر تک برقرار رہی۔ اس کو بسمل نے اس طرح ذکر کیا۔ ''ہم دونوں کے درمیان من و تو کا امتیاز مٹ گیا۔ اکثر ہم دونوں نے ایک پلیٹ میں کھانا کھایا''۔ (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۶)

مسلمانوں کے تعلق سے بسمل جن غلط فہمیوں کا شکار تھے۔ اشفاق نے اپنے حسن عمل سے ان تمام غلط فہمیوں کو دور کردیا۔ مادرِ وطن کی آزادی جب اہم نکتہ بن جاتی ہے تو

چاہے وہ مسلمان ہو کہ ہندو ایک ہی طرح کے جذبات رکھتے ہیں۔ ایک ہی طرح کی قربانیوں کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ان جذبات و احساسات اور قربانیوں کے لئے مذہب کبھی بھی رکاوٹ نہیں بن سکتا اور نہیں بننا چاہیئے۔ اشفاق نے اپنے پختہ ارادے اور مسلسل عمل و کردار سے اس چیز کو ثابت کر دکھایا۔ ''آخر کار ہندوں اور مسلمانوں میں کچھ فرق ہے، جیسے خیالات میرے دل و دماغ سے دور ہونے لگے۔تم مجھ پر بے پناہ اعتماد کرتے اور مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتے۔'' (بسمل کی خود نوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۶)

آخر کار ایک سناتن دھرم کے پریمی کو' آریہ سماج کے پنڈت رام پرساد بسمل کو خود اشفاق کے بارے میں اس طرح کا اعتراف کرنا پڑا۔

مادر وطن کی خدمت کیلئے زندگی وقف

مادر وطن کی خدمت ہی کو اشفاق نے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ حالانکہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح انہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بھر پور مواقع حاصل تھے۔اس کے باوجود وہ اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ بچپن ہی سے حب وطن کے جذبہ سے سرشار اشفاق ساتویں جماعت ہی سے انقلابی خیالات سے متاثر ہوگئے۔ وہ صرف آٹھویں جماعت تک ہی تعلیم حاصل کر سکے۔ اس کے بعد تحریک عدم تعاون سے متاثر ہوگئے۔اس تحریک میں وہ بحیثیت ایک طالب علم ہی شریک ہوئے تھے۔

ان دنوں اشفاق کے گھرانے کو نام و شہرت حاصل تھی۔ اس گھرانے کے لوگ

اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ ان لوگوں کی مدد سے اشفاق نہایت آسانی سے اچھی ملازمت حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن اشفاق کو سرکاری نوکری پسند نہیں تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ وطن عزیز کی خدمت کے نصب العین میں سرکاری نوکری ایک رکاوٹ بن جائیگی۔ اسی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ اپنی روزی خود آپ مہیا کریں اور آزادی کیساتھ اپنے نصب العین کی طرف گامزن ہوں۔

ان خیالات کا اظہار اشفاق نے اپنے ایک دوست اور کاکوری ریل ڈکیتی کیس کے ملزم شری بنواری لعل کو ایک خط کے ذریعہ اس طرح آگاہ کیا:

''سرکاری ملازمت اختیار کرنا گویا کہ اپنی آزادی اور خود مختاری سے دستبردار ہونا ہے۔تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں آزاد زندگی گذارنا چاہتا ہوں۔ میرے عزیز و اقارب کی یہ خواہش ہے کہ میں ملازمت اختیار کر کے اپنی بوڑھی ماں کی خدمت اور دیکھ بھال کروں۔ ان کے کہنے میں بھی کچھ واجبیت ہے ہمارے مذہب کی بھی یہی تعلیم ہے۔ لیکن اس سے مادر وطن کی خدمت کرنے کا عظیم موقعہ نہیں ملے گا۔ اگر میں چاہوں تو آج ہی بھوپال میں ملازمت اختیار کر سکتا ہوں۔ اسرار حسن خان صاحب مجھے ایک اچھی ملازمت دلوا سکتے ہیں۔ میرے بڑے بھائی صاحب نے ان سے ملنے کے لئے ایک سفارشی رقعہ دیا ہے۔ ان کی سفارش سے مجھے فوج میں صوبہ دار کی نوکری بھی بہ آسانی مل سکتی ہے۔ لیکن اگر میں ملازمت اختیار کرلوں تو میری تمام خواہشات اور مقاصد بکھر جائیں گے۔ مادرِ وطن کو آزاد کرانے کے لئے ہی میں جینا چاہتا ہوں اور میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ خوب دولت کما کر عیش و عشرت کی زندگی گذاروں۔ خطرناک حوادث کا مقابلہ کرنے سے میں گھبراتا نہیں ہوں۔ غمگین بھی نہیں ہوں۔ ساری دنیا اگر مجھے بے وقوف اور پاگل کہے' تب بھی مجھے پرواہ نہیں ہے۔ میں اسی کے لئے (یعنی مادر وطن کی آزادی اور خود مختاری کے لئے) جیوں گا اور اسی کے لئے مروں گا''۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سُدھیر ودھیارتھی صفحہ:۹۴'۹۵)

اشفاق پیشۂ زراعت کو بہت پسند کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ایک کسان کی

زندگی گذارتے ہوئے اپنی خفیہ کارروائیاں جاری رکھ سکتے ہیں۔حریت اور آزادی کی
زندگی گزارتے ہوئے اپنی خفیہ کارروائیاں جاری رکھ سکتے ہیں۔حریت اور آزادی کے خیالات اور مقاصد کو خوب اچھی طرح عوام میں تشہیر کر سکتے ہیں۔اس کے علاوہ عوام کو دھوکہ دیئے بغیر اپنی محنت ومشقت سے اپنی روزی حاصل کرنے کا زراعت سے بہتر اور کوئی پیشہ نہیں۔

اس نکتہ کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہوئے اپنے دوست بنواری لعل کو ایک خط میں اس طرح لکھتے ہیں: ”تمہیں معلوم ہے کہ مَیں زمین رکھتا ہوں۔میری ماں ایک زمیندار ہے۔مَیں جتنی زمین یا کھیتی چاہوں مجھے مل سکتی ہے۔لیکن میرے پاس ضروری سرمایہ نہیں ہے۔اگر تمہیں دلچسپی ہے تو اس زمین پر سرمایہ لگاؤ۔مَیں اور تم (جہاں یہ زمینات ہیں) اس گاؤں چلیں گے' کسان بھائیوں کے درمیان رہتے ہوئے اپنے خیالات کو عملی شکل دیں گے۔اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں ہمیں مطلوبہ رقم فراہم ہو جائیگی۔اس کے بعد ہم اپنے مقاصد اور نظریات کو خوب اچھی طرح اور بڑے پیمانے پر تشہیر کر سکیں گے۔اپنے دوستوں کو بھی وہاں مدعو کر سکیں گے۔اس دنیا میں مقدس اور فائدہ مند اگر کوئی پیشہ ہے تو وہ صرف اور صرف زراعت ہی ہے۔تمہیں بھی اپنے خاندان کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔اس لئے کیوں نہ زراعت شروع کی جائے؟ سرمایہ تمہارا' زمین میری' اور محنت ہم دونوں کی' دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہم دونوں بھائیوں کی طرح ملکر کام کریں گے اور یہ ثابت کردیں گے کہ اگر نوجوان چاہیں تو کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔میرے اقرباء مجھے ملازمت کی غلامی میں دھکیلنے کے لئے ہر طرح کوشش کر رہے ہیں۔زراعت کی اہمیت سے یہ لوگ ناواقف ہیں۔ہمارے لوگ جانتے نہیں کہ ہندوستان کی آزادی زراعت پر منحصر ہے۔“ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ سُدھیر ودھیارتھی صفحہ:۹۴'۹۵)

اس طرح معاشرے سے تسلیم شدہ اور باعزت طریقہ پر ہی اپنی ضروریات کی تکمیل اشفاق اللہ خان کے پیش نظر تھا۔

انقلابی دستہ میں شمولیت

انقلابی دستہ کے رکن بننے کے لئے اشفاق کی مسلسل اور لگاتار کوششوں کو رام پراساد بسمل نظر انداز نہ کر سکے۔انقلابی گروہ میں رُکنیت حاصل کرنے اشفاق کی پیہم کوششوں سے آخر کار انہیں ہندوستان ریپبلک اسوسی ایشن میں لینا ہی پڑا۔ابتداء میں تحریک عدم تعاون کے ذریعہ مخالف برطانیہ سرگرمیوں میں حصہ لینے والے اشفاق اللہ خان آخر کار ہندوستان ریپبلک اسوسی ایشن میں شریک ہو کر ایک مسلح انقلابی مجاہد کی حیثیت اختیار کر لی۔

مادر وطن کی خدمت کے لئے انقلابی تحریک کا حصہ بننے کے خواب دیکھنے والے اشفاق کو آخر کار ان خوابوں کو حقیقت کا روپ دینے کا راستہ نظر آیا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔اور انہوں نے اعلان کیا:”میں آزادی اور خود مختاری کا خواہشمند ہوں آزادی کے لئے اپنی جان کو بھی حقیر سمجھ کر اسے قربان کرنے میں ہمیشہ تیار ہوں۔غلامی کا ہار چاہے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو' اسے پہننا میں ہرگز پسند نہیں کروں گا“۔اس طرح اشفاق اللہ خان نے رام پراساد کے ساتھ مل کر انقلابی تحریک میں شامل ہو گئے۔

ابتداء میں رام پراساد اشفاق کو جتنا دھتکارتے رہے۔جتنا انکار کرتے رہے۔لیکن اشفاق کی سچائی' انکی جانثاری' انکی قربانی اور تحریک سے ان کی دلی وابستگی سے متاثر ہو کر آخر میں اشفاق سے اتنا ہی خوش ہو گئے۔اشفاق کے کردار' ان کی سچائی خالص انقلابی خیالات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے رام پراساد نے کہا:”میرے خیالات کا رنگ تم پر بھی چڑھ گیا۔تم بھی ایک پختہ کار انقلابی بن گئے۔اب اس کے بعد سے رات دن تمہاری ایک ہی دھن تھی' ایک ہی لگن تھی' اور مسلسل کوشش تھی کہ......جس طرح بھی ممکن ہو مسلم نوجوانوں میں بھی انقلابی خیالات کو داخل کریں۔وہ بھی انقلابی تحریک میں اپنا حصہ بٹائیں۔اپنے عزیز و اقارب میں جتنے بھی لوگ تھے ان تمام پر تم

نے اپنے خیالات کا اثر ڈالنے کی کوشش کرتے رہے۔ میرے اور ساتھی اس بات پر
ہمیشہ دنگ رہ جاتے کہ ایک مسلم نوجوان کو انقلابی تحریک کا ایک مشہور و معروف کارکن
بنانے میں مَیں نے کس طرح کامیابی حاصل کی۔ تم بہت وسیع النظر ہو۔ تمہارے
خیالات عظیم ترین ہیں''۔ (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ: ۱۰۷)

انقلابی تحریک کے ایک کارکن کی حیثیت سے اشفاق پر کتنی ہی مشکل ترین ذمہ
داریاں ڈالی گئیں لیکن انہوں نے کبھی بھی انکار نہ کیا اور نہ ہی ان کو ادا کرنے میں ناکام
ہوئے۔ ان کے شخصی خیالات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن انہوں نے ہمیشہ ہی تحریک
کے متفقہ فیصلے کا احترام کیا۔ ایک بہتر تربیت یافتہ فوجی کی طرح انہوں نے اپنے تفویض
کردہ فرائض کو بحسن و خوبی ادا کرتے رہے جس کے سبب وہ بسمل کے قریب ترین
ہوگئے۔ اس نکتہ کو بیان کرتے ہوئے بسمل لکھتے ہیں۔ ''تم نے میرے تئیں جن اخلاق کا
اور جس وفاداری کا مظاہرہ کیا وہ بے حد قابلِ تعریف ہے۔ تم نے کبھی بھی میری عدول
حکمی نہیں کی۔ ایک وفادار اور قابل بھروسہ کارکن کی طرح تم نے ہمیشہ ہی میرے احکام
کی تعمیل کی۔ تمہارا دل بہت کشادہ ہے تمہارے خیالات اعلیٰ ترین ہیں۔'' (بسمل کی خود
نوشت سوانح حیات' صفحہ: ۱۰۷)

انقلابی تحریک پر اٹوٹ ایقان رکھنے والے مضبوط ارادے کے مالک اشفاق کو
تحریک میں شامل کرنے پر بعد میں بسمل اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔ اشفاق کو وہ ایک
بہت بڑا بہادر گردانتے تھے۔ اس کا انہوں نے بڑے فخر سے اس طرح اعلان بھی کیا۔ ''
آج مجھے جو تھوڑا بہت اطمینان اگر حاصل ہے تو وہ صرف تمہاری ہی وجہ سے ہے کہ تم ہی
نے دنیا میں میرے نام اور شہرت کے پھیلنے کا ذریعہ بنے۔'' اشفاق نے تحریک انقلاب
میں حصہ لیا۔ بھائی بہن' رشتہ دار سختی سے منع کرنے کے باوجود وہ انہیں خاطر میں نہیں
لائے۔ قید ہونے کے باوجود بھی اپنے خیالات سے دستبردار نہ ہو کر اس پر مضبوطی سے
قائم رہے۔ ''یہ بات ہندوستانی تاریخ میں ضرور لکھی جانی چاہیے۔ جسمانی اعتبار سے تم
جس قدر طاقتور ہو ذہنی اعتبار سے بھی تم ایک عظیم بہادر کی طرح ڈٹے رہے۔ تم نے یہ

ثابت کر دیا کہ تمہاری روح عظیم ترین ہے۔'' (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:
۱۰۸)

اشفاق نے اپنے آپ کو انقلابی تحریک کے لئے وقف کر کے مطمئن نہیں
ہوئے۔ اس کے بجائے وہ انقلابی خیالات کو اپنے دوست واحباب میں بھی پھیلانے کی
کوشش کرتے رہے۔ ایک انقلابی کی حیثیت سے اپنے مقاصد کو اپنے عزیز و اقارب پر
واضح کرتے ہوئے انہیں بھی مادرِ وطن کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہنے کی تلقین و تاکید
کرتے رہے۔ اسی چیز کو بسمل نے اس پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

جتنے بھی تمہارے دوست احباب تھے۔ ان تمام پر اپنے خیالات کا اثر ڈالنے کی
تم کوشش کرتے رہے۔ آخر کار ان سرگرمیوں کی وجہ سے ہی عدالت میں تمہیں میرا
لفٹیننٹ (نائب) قرار دیا گیا۔ آخر میں فیصلہ لکھنے والے جج نے بھی تمہارے گلے میں
ہار (پھانسی کا پھندا) ڈالا۔ (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ: ۱۰۸' ۱۰۷)

مُطیع نہیں رفیق

انقلابی تحریک میں اشفاق نے کسی کے مطیع بننے یا شاگردی قبول کرنے کبھی تیار
نہ ہوئے۔ تحریک کے تمام کارکنوں سے حتیٰ کہ قائد کے ساتھ بھی وہ ایک رفیق کی طرح
ہی برتاؤ کرتے۔ دوستوں سے سفارش کروا کر اور بڑی مشکل سے خفیہ تحریک میں مقام
پانے کے باوجود' خواہ وہ بسمل کی کتنی ہی عزت کیوں نہ کریں۔ وہ ہمیشہ بسمل کے ایک رفیق
کی طرح ہی برتاؤ کرتے۔ اور کبھی بھی بسمل کے شاگرد یا مطیع کہلوانا پسند نہیں کیا۔ اپنے
عزت نفس کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی خودی پر آنچ نہ آنے دیتے ہوئے ایک خالص
انقلابی کی حیثیت سے وہ انقلابی تحریک میں نمایاں ہوتے گئے۔

اس انقلابی تنظیم کے تمام ارکان میں اشفاق اللہ خان کی ایک خصوصیت تھی۔
انقلابیوں کے اجلاسوں میں دوسرے رفقاء کے خیالات کی پرواہ کئے بغیر وہ اپنے

خیالات کو واضح اور دوٹوک انداز میں پیش کردیتے۔ انقلابی رفقاء خواہ کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کریں وہ ضرور اپنے انفرادی خیال کو بغیر کسی لاگ و لپیٹ کے سب کے سامنے پیش کردیتے۔لیکن اجلاس میں جب کسی ایک بات پر فیصلہ ہوجاتا تو اس اجتماعی فیصلہ کا احترام کرتے۔اس متفقہ فیصلہ کو روبہ عمل لانے میں خواہ کتنے ہی خطرات کیوں نہ ہوں‘ اس کی پرواہ کئے بغیر اس پر عمل آوری کے لئے آگے بڑھ جاتے۔ یہ چیز اشفاق کی ہمت اور شجاعت کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے تئیں ان کے احترام کی دلیل کہی جاسکتی ہے۔

اشفاق کی طبیعت‘ ان کا مزاج اور ان کی خودداری سے متعلق رام پرساد بسمل اپنی سوانح میں اس طرح لکھتے ہیں۔ ’’تم میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہوگئے ہو۔لیکن ایک بھائی کی طرح برتاؤ کرنے پر بھی تم مطمئن نہ ہوسکے۔تم چاہتے تھے کہ تمہیں مساوی درجہ دیا جائے۔ مساوی طور پر میرے دوست کی حیثیت سے پہچان ہمیشہ تمہاری خواہش رہا کرتی تھی۔ آخر میں یہی ہوا۔تم میرے حقیقی دوست بن گئے۔ایک خالص آریہ سماجی اور ایک مخلص مسلمان کے درمیان دوستی کا یہ اٹوٹ رشتہ دیکھ کر تمام لوگ دنگ رہ گئے‘‘۔(بسمل کی خودنوشت سوانح حیات‘ صفحہ:۱۰۵)

ان انقلابی بہادروں کے درمیان ایسے گہرے تعلقات کی وجہ سے ہی کاکوری ریل واقعہ میں پھانسی کی سزا سنائے جانے کے بعد 1927ء کے آخری مہینوں میں رام پرساد بسمل نے جیل میں اپنی جو سوانح حیات لکھی اس میں اشفاق پر پورا ایک باب مخصوص کردیا۔اس باب کو انہوں نے اس طرح شروع کیا:

’’اس کیس میں میرے ساتھ حصہ لینے والوں میں کس کس کی زندگی کی ذمہ داری میرے کندھوں پر رہی ہے اس میں زیادہ تر حصہ شری اشفاق اللہ خان وارثی سے متعلق ہے۔لہٰذا اس آخری وقت میں ان کے بارے میں میرے ان ہاتھوں سے چند باتیں لکھنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں‘‘۔(بسمل کی خودنوشت سوانح حیات‘ صفحہ:۱۰۵)

اس طرح اس انقلابی تنظیم میں اشفاق اللہ خان کے ادا کردہ کردار کی کتنی اہمیت تھی‘ بسمل کے ظاہر کردہ متذکرہ بالا سطور سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ترقی پسندانہ خیالات کا نظریہ ساز

غیر ملکی انگریز حکمرانوں سے چھٹکارا پاکر ہندوستان آزاد ہونے کے بعد‘ یہ آزاد ملک کس طرح کا ہو‘ اس بارے میں اشفاق اللہ خان نہایت واضح خیالات رکھتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ آزاد ہندوستان میں عدم مساوات کو کوئی جگہ نہ ملے۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے اپنے ان خیالات کو ایک واضح نظریاتی شکل نہ دے سکے۔اس کا انہیں وقت ہی نہیں ملا۔ان کاکوری انقلابیوں کے بعد ان خیالات کو سردار بھگت سنگھ نے ایک واضح نظریہ کا روپ دیا۔ بھگت سنگھ سے چار سال قبل انقلابی تحریک میں جان قربان کردینے والے اشفاق اللہ خان نے چاہا کہ معاشی عدم مساوات‘ سماجی بھید بھاؤ‘ اور ہر قسم کے استیصال سے پاک معاشرہ وجود میں آئے۔صرف چاہا ہی نہیں بلکہ ان کی آرزوں اور امنگوں والا آزاد ہندوستان کس طرح کا ہو اس بارے میں انہوں نے وضاحت بھی کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے دوست واحباب کو جو خطوط لکھے ان میں یہ خیالات بہت ہی وضاحت کے ساتھ اور غیر مبہم انداز میں ہمیں نظر آتے ہیں۔

اشفاق اللہ کے ترقی پسندانہ خیالات کا ذکر کرتے ہوئے ایک اہم مورخ شری سُدھیر ودیارتھی اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔ ’’اس بارے میں کاکوری کے زمانے کے اپنے انقلابی ساتھیوں سے اشفاق اللہ بہت آگے تھے۔وہ عظیم ترین خیالات کے حامل تھے۔ وہ سودیشی‘ روادارانہ اور ترقی پسندانہ مقاصد کے حصول کے لئے عوام کو بیدار کرنا چاہتے تھے۔وہ ہر قسم کے تفرقہ‘ اونچ نیچ اور استحصال کا خاتمہ چاہتے تھے۔‘‘
(شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ‘ سدھیر ودھیارتھی‘ صفحہ:۱۰)

اشفاق اللہ نے اپنے ترقی پسندانہ نظریات اور سماجی انصاف پر مبنی خیالات کو ظاہر کرنے کے لئے مروجہ اور مخصوص الفاظ کا استعمال تو نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے خیالات کو بالکل سیدھے سادھے انداز میں اپنی مخصوص زبان ہی میں پیش کیا۔ اُس

زمانے میں اشفاق اللہ نے جن ترقی پسندانہ خیالات کو پیش کیا' اس پر شری سُدھیر ودیارتھی نے اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ اور اعلان کیا کہ ''اگر اس رُخ سے تجزیہ کیا جائے تو ترقی پسندانہ خیالات کو پیش کرنے میں سردار بھگت سنگھ سے بھی اشفاق اللہ بہت آگے ہیں۔ اشفاق میں خام مواد کی صورت میں نمودار ہونے والے ان ترقی پسندانہ خیالات کو کاکوری انقلابیوں کے دور کے بعد آنے والے سردار بھگت سنگھ جیسے انقلابیوں نے ایک خوبصورت نظریاتی شکل میں ڈھال دیا''۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ سُدھیر ودیارتھی' صفحہ:۱۰)

اشفاق نے ہر قسم کے استحصال کی مخالفت کی۔ ہر قسم کے استحصال سے عوام کو نجات دلانے کے وہ خواہشمند تھے۔ ایسے بھارت کی انہوں نے خواہش کی۔ چاہے وہ کسان ہوں کہ مزدور ہر قسم کے استحصال سے وہ محفوظ رہیں۔ ہر قسم کی لوٹ اور استحصال سے عوام کو آزادی ملنی چاہیے۔ اس طرح انہوں نے اپنے خوابوں کا اظہار کیا۔

(Where there would be no exploitation of farmers and laborers where would be freedom from all types of exploitation- Great revolutionary martyr Ashfaqulla Khan - Dr. Omkar nath Tripathi Basha sangam, Allahabad 2001, Page - 7)

معاشی عدم مساوات ہی نہیں' وہ تو سماجی تفریقات سے بھی پاک آزاد ہندوستان دیکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک خط لکھتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔ ''میرے ملک میں رہنے والے تمام غریب عوام سکھ' چین اور مساوات کے ساتھ زندگی گذارنے کے لائق آزاد ہندوستان میں چاہتا ہوں''۔ سماجی تفریقات سے چھٹکارے کے متعلق انہوں نے جو خواب دیکھا' جیل سے اپنے دوستوں کو لکھے ہوئے خطوط میں انہوں نے اس کی منظر کشی کی۔ ان دنوں ذات پات کی تفریقات' دین دھرم کے اختلافات' معاشی لحاظ سے عوام کے درمیان عدم مساوات' وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ تبھی تو اشفاق کے اندر کا تخلیق کار اپنے خوابوں کے سماجی نظام کی منظر کشی کر سکا۔

اشفاق اللہ نے اعلان کیا کہ: ''میرے بعد جس قدر جلد ممکن ہو سکے' ورکشاپ میں کام کرنے والے میستری عبداللہ' کسان غنیؔ' شری خلیق الزماں (مشہور سیاسی رہنما اور دولتمند زمیندار) شری جگناتھ نارائن مُلا (مشہور وکیل اور لبرل پارٹی کے قائد) محمد آباد کے راجہ صاحب (محمد آباد کے زمیندار) یہ تمام ملکر لکھنؤ کے چھتر منزل (مشہور عمارت) میں کرسیوں پر بیٹھے نظر آنے کی میں خدا سے دعا کر رہا ہوں۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ سُدھیر ودیارتھی' صفحہ:۱۰)

اپنے تصوراتی سماج کی تشکیل کے لئے وہ ہمیشہ خدا سے التجاء کرتے رہے۔ پھانسی کی سزا ہونے کے بعد اس پر عمل آوری سے قبل جیل کی چار دیواری کے اندر سے اپنے ان خواہشات کا انہوں نے اظہار کیا۔ اسی وجہ سے چاہے وہ خود رہے یا نہ رہے لیکن مساوات پر مبنی سماج کی تشکیل کی انہوں نے خواہش کی۔ اس لحاظ سے اپنی خواہش کے اظہار میں اشفاق اور سردار بھگت سنگھ میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ نئے سماجی نظام کی تشکیل کے لئے عوام کو کمر بستہ ہوجانے کا سردار بھگت سنگھ نے نظریاتی تصور دیا تو شہید اشفاق اللہ خان نے اس ذمہ داری کو خدا کے سپرد کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ بھگت سنگھ کو اس تصور سے آشنا کرانے والے اشفاق اللہ کو بعض گروہ فراموش یا نظر انداز کر گئے۔

آج سے اسیّ سال پہلے ایک دیہات میں پیدا ہونے والے اشفاق اللہ نے پست طبقات سے تعلق رکھنے والے مزدور اور کسان عبداللہ اور غنی کو اس زمانے کے اعلیٰ طبقات کے قائدین اور دولتمند افراد کے کندھے سے کندھا ملا کر بیٹھے دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرنا غیر معمولی بات ہے۔ اسی سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اشفاق سماجی اور معاشی مساوات پر مبنی سماج کی کتنی شدید خواہش رکھتے تھے۔

عدم مساوات سے پُر آزادی کی ضرورت نہیں

اشفاق اللہ نے زمینداری نظام سے بھی اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ انہوں نے

تنقید کی کہ یہ نظام کسانوں کی محنت کے پھل کا استحصال کرتا ہے۔ وہ خود ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے باوجود زمینداری نظام کے خلاف آواز اٹھانا' کسانوں کی طرفداری کرنا' زمینداروں کو جونک کی طرح کسانوں کا خون چوسنے والوں سے تشبیہ دینا' انتہائی قابل غور بات ہے۔ اپنے ایک دوست سے یہ کہنا کہ ''زمین میری سرمایہ تمہارا' محنت ہم دونوں کی پھل ہمارا ہم سب کا'' ان کے ترقی پسندانہ خیالات کی عکاسی کرتا ہے۔

اشفاق کہا کرتے کہ ''اگر ہندوستان کو آزادی تو ملے لیکن اس میں مساوات پر مبنی سماج کی تشکیل ممکن نہ ہو تو ایسی آزادی کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اشفاق نے برملا اعلان کیا کہ ہندوستان آزاد ہو کر اقتدار گورے حکمرانوں سے منتقل ہو کر ہمارے دیسی بھائیوں کے ہاتھ میں آنے کے بعد بھی اگر امیر وغریب' زمیندار اور کسان کے تعلقات حسب سابق ہی رہیں تو مجھے ایسا آزاد ہندوستان نہیں چاہیے۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سُدھیر ودیارتھی' صفحہ:۱۰)

عوام کو ہر قسم کی تفریقات اور تعصّبات سے پاک مساوات نہ دے سکے تو ایسی آزادی کی ہمیں ضرورت نہیں' جیسے خیالات کا برملا اظہار کرنے والے اشفاق مساوات پر مبنی سماج کی کس قدر شدید خواہش رکھتے تھے۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی ہندوں اور مسلمانوں کے درمیان عدم اتحاد والے سوراج (آزادی) کو مسترد کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں مولانا آزاد کے کہے ہوئے یہ جملے یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ ''اگر آسمان سے فرشتہ اُتر کر آئے اور قطب مینار سے یہ اعلان کرے کہ اگر ہندو اور مسلمان اپنے اتحاد سے دستبردار ہو جائیں تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ہندوستان کو آزادی مل جائیگی تو میں ایسی آزادی کو مسترد کر دوں گا۔ نہیں میرے دوست! ہندو' مسلم اتحاد کی خاطر میں آزادی کے مطالبے سے دستبردار ہو سکتا ہوں۔ اگر آزادی ملنے میں دیر ہوگی تو یہ صرف ہندوستان کا نقصان ہوگا۔ لیکن اگر ہندو مسلم اتحاد میں دراڑ پڑ جائے تو یہ تمام انسانیت کا نقصان ہوگا۔''

(' if an angel descends from heaven today and Proclaims from the Qutub Minar that India can attain Swaraj within 24 hours provided I relinquish my demand for Hindu-Muslim Unity, I shall retort to it: 'No my friend, I shall give up Swaraj, but not Hindu-Muslim unity, for if Swaraj is delayed, it will be a loss for India, but if Hindu-Muslim unity is lost, it wil be a loss for the whole of mankind. - Understnding Muslim Mind Rajmohan Gandhi, Penguin Books, 1986, Page 230)

اس وقت جب کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے ہندو مسلم اتحاد کو اہم قرار دیا تھا تو دوسری طرف معاشی اور سماجی تفریقات سے پاک مساوات پر مبنی سماج کی تشکیل کو اشفاق اللہ نے ہندوستان کے لئے ضروری قرار دیا تھا۔

ہندو' مسلم اتحاد کے علمبردار

مساوات پر مبنی سماج کی تشکیل کو اشفاق نے جتنا اہم قرار دیا تھا' ہندو' مسلم اتحاد و یکجہتی کو بھی وہ اتنا ہی اہم قرار دیتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی سطح پر وہ ہندو مسلم اتحاد کی علامت بن کر نظر آئے۔ اس چیز کو بسمل نے یوں ذکر کیا ہے: ''تم ہمیشہ ہندو' مسلم اتحاد ہی کے خواہشمند رہتے ہو۔ بے شک تم ایک سچے مسلم اور ایک سچے دیش بھگت (محبّ وطن) ہو۔'' (بسمل کی خود نوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۵)

اشفاق نے عوام کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا: ''ہندوؤں اور مسلمانوں میں عدم اتحاد ہی کے سبب انگریزوں کی حکمرانی چل رہی ہے۔ اس عدم اتحاد ہی کے سبب ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ دولت اور عہدوں کے لالچ کے ذریعہ انگریز ہمیں تقسیم کر کے اپنی چاندی بنا رہے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ بھی اس معاملے میں مستثنیٰ نہیں ہیں۔ میں مر رہا ہوں' اپنے ملک کے لئے جان دے رہا ہوں۔ میری بات سنو' اتحاد سے رہو۔'' (بسمل کی خود نوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۱۹)

اس زمانے میں شدھی کے ذریعہ آریہ سماجی اور تبلیغی اداروں کے ذریعہ مسلمان تبدیلی مذہب کی جو کوششیں کررہے تھے۔ اشفاق اس سے ناراض تھے۔ مذہب کے نام پر ہمارے ملک میں جو جھگڑے چل رہے تھے اشفاق نے اس کو حکمرانوں کی سازش قرار دیکر اس سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔ تبدیلی مذہب کرانے والے اداروں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا: کوئی بھی اس وقت ملک میں بسنے والے سات کروڑ مسلمانوں کو ہندو اور بائیس کروڑ ہندوؤں کو مسلمان بنا سکتا ہے؟ ہندوؤں اور مسلمانوں میں جاری تبدیلی مذہب کی کوششوں کی مذمت کرتے ہوئے اس سے دستبردار ہونے کی انہوں نے اپیل کی۔

(He addressed the members of both the communities Hindus and Muslims and openly expressed his view that it is impossible that seven crores of Muslims be converted to Hinduism and equally impossible was the proposition that twenty two crores of Hindus be converted to Muslim faith ' - Great Revolutionary Martyr Ashfaqullah Khan, Dr.Omkar Nath Tripathi, Basha Sangam, Allahabad, 201, Page.7)

''غلاموں کی طرح زندگی گذارنے والوں کا مذہب ہی کیا ہے؟ کیا غلام اپنی خواہش کے مطابق اپنے مذہبی فرائض ادا کرسکتے ہیں؟ کیا تم اپنے مذہب کی اصلاح کرسکو گے؟ کیا یہ ممکن ہے؟'' عوام سے انہوں نے اس قسم کے سوالات کئے' وہ اعلان کرتے ہیں کہ آزادی اور خودمختاری مذہب سے زیادہ اہم ہے۔ انہوں نے آواز دی کہ پہلے تو ہمیں انگریزوں کی غلامی سے نکلنا ہے۔ اس کے لئے عوام مذہبی بھید بھاؤ سے اُوپر اُٹھ کر متحد ہونا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں: اپنے مذہبی فرائض کو صبر وسکون سے ادا کرتے رہئے۔ سبھی سے مناسب برتاؤ کیجئے۔ تمام لوگ مل کر دعا سے دوا سے جس طرح سے بھی ممکن ہو اس سفید شیطان کو بھگانے کی کوشش کریں۔ جب یہ شیطان ملک سے بھاگ جائیگا تو سب کچھ ٹھیک ہوجائیگا۔ آپ اس بات پر غور کیجئے۔ پہلے آپ ہندوستان کو آزاد

کروائیے۔ اس کے بعد ہی دوسرے اُمور پر غور کیا جاسکتا ہے۔ خدا جس کو جو راہ دکھائے وہ اسی پر گامزن ہوگا۔ کوئی بھی ان راہوں سے دوسروں کو ہٹا نہیں سکتا۔ آپ تمام متحد ہوجایئے اور مضبوط بن جایئے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارا ملک ہندوستان تباہ و برباد ہوجائیگا۔ ہوشیار!..........خبردار! اس طرح انہوں نے عوام کو ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔ (شہید اشفاق اللہ خان اوران کا یگ' سُدھیر ودیارتھی' صفحہ:۱۲۰)

اشفاق آخری وقت تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد کی تمنا کرتے رہے۔ اس رُخ پر انہوں نے کوشش بھی کی۔ پھانسی کی سزا کی تعمیل میں ابھی تین دن باقی تھے۔ یعنی 1927 ڈسمبر کی 16 تاریخ کو فیض آباد جیل سے ملک کے باشندوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک خط لکھا۔ اس تاریخی خط میں انہوں نے کہا: ہندوستان کے بھائیو! چاہے آپ جس کسی مذہب اور روایات پر عمل کرتے ہوں' لیکن ملک کی خدمت میں جٹ جایئے۔ آپس کی بیکار کی لڑائیوں میں مت اُلجھئے۔ تمام کام ایک ہی مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ایسے میں یہ بیکار کے جھگڑے اور دنگے کس لئے؟ متحد ہوکر اس ملک کے اقتدار کا مقابلہ کیجئے۔ ملک کو آزاد کروایئے۔ آخر میں میں سب کو سلام کرتا ہوں۔ ہندوستان آزاد ہو۔ میرے بھائی خوش وخرم رہیں''۔ (کبھی یاد کیجئے۔...... شہیدوں کے خطوط) ترجمہ۔ جے لکشمی ریڈی' حکومت ہند کی مطبوعات' نئی دہلی ۱۹۸۰' صفحہ۴۳)

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی' بھائی چارہ' آپس کی رواداری کو پروان چڑھانے کی اس زمانے میں اشفاق اللہ شدید ترین خواہش رکھتے تھے۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے اسی اتحاد کے ذریعہ ہم غیر ملکی حکومت کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔ اُس زمانے میں اشفاق کی زبان سے نکلے ہوئے یہ لافانی الفاظ آج کے ہمارے اس زمانے کے حالات میں بھی موزوں اور مناسب قرار دئے جاسکتے ہیں۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان گہرے اتحاد کی خواہش رکھنے والے اشفاق' اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس رُخ پر کام کرتے ہوئے اتحاد' دوستی اور مضبوط سیکولر

نظام کے ایک مثالی شخصیت کے طور پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ اسی وجہ سے بسمل کی خود نوشت سوانح حیات کا دیباچہ لکھتے ہوئے مشہور انقلابی شری منمتھا ناتھ گپتا یوں رقمطراز ہیں۔ ''رام پرساد اور اشفاق اللہ کے درمیان جو گہری دوستی تھی۔ اس کو گذرے ہوئے زمانے کی سیکولر نظریات کی ایک اعلیٰ ترین مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔'' (بسمل کی خود نوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۷)

متحدہ جدوجہد کو بے انتہاء اہمیت دینے والا شخص

ہندوستان کی آزادی چاہنے والے اشفاق نے اتحاد کو نقصان پہنچانے والے ہر نکتہ پر توجہ مبذول کی۔ چھوٹی سی چھوٹی بات پر بھی دھیان دیتے ہوئے ان مسائل کو عوام کے سامنے لانے کی کوشش کی۔ جیل میں رہتے ہوئے' پھانسی کی سزا کی تعمیل کا انتظار کرتے ہوئے بھی وہ سنہرے ہندوستان کا خواب دیکھتے رہے۔ ان خوابوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مذہبی رہنماؤں کے درمیان ہی نہیں بلکہ عوامی انجمنوں' سیاسی پارٹیوں اور مذہبی اداروں میں بھی اتحاد و یکجہتی کی خواہش کرتے رہے۔ اتحاد کے ایک پلیٹ فارم کے طور پر مادرِ وطن کی آزادی کے لئے تمام طبقات کو انگریزوں کے خلاف متحد ہونے' جد وجہد کرنے اور عظیم تحریک برپا کرنے عوام کو اُکساتے رہے۔ وہ افسوس ظاہر کرتے کہ محض ہماری اپنی عدم یکجہتی اور عدم اتحاد ہی کے سبب ہمیں غیر ملکی حکمرانوں کی غلامی قبول کرنی پڑی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارا خاتمہ کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ہمارے اپنے اندر کا عدم اتحاد ہی اس کا اصل ذمہ دار ہے۔ ہمیں دبانے والا' ہمارا خاتمہ کرنے والا نہ تو انگریز ہے نہ جرمن ہے' نہ رشین ہے' نہ ٹرکش ہے بلکہ ہمارے اپنے ہندوستانیوں ہی کے اپنے اختلافات کے سبب' اندرونی نا چاقی کے سبب' خود ہمارا خاتمہ کر رہے ہیں۔ اس پس منظر میں فلسفیانہ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے التجاؤں اور درخواستوں کی روایات کو ختم کرنے کو کہا۔ وہ سونچتے رہے کہ مجھ پر ظلم وستم ڈھانے والوں کو عوام اپنے غیظ وغضب

کا شکار بنا کر ملک سے باہر بھگا دیں گے۔ اس طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اشفاق نے اردو میں کچھ اشعار کہے تھے۔ ان کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے:

نہیں ہے وہ گورا انگریز   نہیں ہے وہ جرمن والا
رشیا والا ہرگز نہیں ہے   نہیں ہے وہ کوئی ٹرکی والا
ہندوستانی ہے وہ جلاد   مجھے آج وہ مارنے والا
مسرور ہو رہے ہیں یہ لوگ   آج جیسے میرا خاتمہ کیا ہو
جسکو سمجھے ہلاک کر دیا ہم   سمجھے ہی نہیں وہ راز کیا ہے
ہلاک نہ کیا جائے تب بھی   ایک روز ختم ہونے والا ہی ہوں میں
پھر یہ لاکھوں بار کی کوشش ہی کیوں   ایک روز تو مرنا ایک روز تو جانا ہی ہے مجھکو
نہیں نہیں یہ التجائیں   اب کبھی نہیں یہ مدعائیں
اگر ہو غیرت و جذبات کچھ بھی   دلوں میں میرے اہل وطن کے
مار مار کر بھگائیں گے ملک کے باہر   اُسے جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے

(آزاد ترجمہ' تلگو مترجم' ناظر' ماہنامہ پرجا ساہتی۔ ڈسمبر ۲۰۰۰ء)

ابتداء سے محنت کشوں کا طرفدار

اشفاق کا یہ خیال تھا کہ تحریک آزادی ہند میں کسانوں اور محنت کشوں کی نمائندگی نہایت ضروری ہے۔ بچپن ہی سے اپنے زمیندار گھرانے کی روایات سے اشفاق کا برتاؤ یکسر مختلف تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ کسان اور مزدور جیسے محنت کشوں کی تکالیف دور ہوں۔ ان تکالیف کے لئے وہ غیر ملکی حکمرانی کو ذمہ دار سمجھتے تھے۔ اسی لئے غیر ملکی حکمرانی سے نجات کو وہ ضروری قرار دیتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہندوستان کی خوشحالی کا دارومدار محنت کش طبقوں کا مرہون منت ہے۔ انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ محنت کشوں کو ان کی محنت کا

پورا معاوضہ نہیں ملتا۔اس اندوہناک صورت حال کی ذمہ داری وہ حکمران طبقے پر'ان کے چیلے زمینداروں اوران زمینداروں کے نمائندوں پرڈالتے تھے۔وہ کہتے تھے کہ زمینداروں کو کھیتوں میں بلوانا چاہیے اوران سے کاشت کروانا چاہیے۔اشفاق نے ان باتوں کو بہت ہی واضح انداز میں بیان کیا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ اشفاق اپنے ترقی پسندانہ خیالات کو ضبط تحریر میں نہ لا سکے۔انہیں اتنا وقت ہی نہیں ملا۔ان کے لکھے ہوئے خطوط اور ڈائری کے ذریعہ ہی ان کے خیالات کی عکاسی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ بھی وہ جتنے خطوط لکھے تھے وہ تمام دستیاب نہ ہوسکے۔اشفاق کے بڑے بھائی کے گھر میں جس وقت چوری ہوئی تھی تب مال وزر کے علاوہ چور اشفاق کے خطوط بھی لے اڑے تھے۔اس چوری کی وجہ سے ان کے لکھے ہوئے انمول خطوط تاریخ کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔اس وجہ سے بھی اشفاق کے بارے میں تفصیلی مطالعہ کرنا مورخین کے لئے ناممکن ہوگیا۔

محنت کشوں کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے وہ اس طرح لکھتے ہیں۔

''غریب کسانوں اور غمگین مزدوروں کے حالات دیکھ کر میرا دل غم سے چور ہوجاتا ہے ان طبقات کی دکھ بھری زندگی کو میں نے قریب سے دیکھا ہے۔اگر میرا بس چلتا تو دنیا جہاں کی سہولتیں انہیں مہیا کرانے میرا دل بے تاب ہوجاتا ہے۔ہمارے شہروں کی رونق انہیں محنت کشوں کی مرہون منت ہے۔ہمارے کارخانے بھی انہیں سے چل رہے ہیں۔ہمارے نلوں میں جو پانی آرہا ہے وہ بھی انہی کی محنت کی بدولت ہے۔ہمیں جو بھی سہولتیں مل رہی ہیں وہ تمام ان ہی محنت کشوں کی محنت کا ثمرہ ہے۔

غریب کسان بارش میں بھیگتے ہوئے اور دھوپ میں جلتے ہوئے ہمارے لئے غذائی اجناس پیدا کررہا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ اس کے ذریعہ پیدا کردہ اجناس میں کسان کو اور اسی کے ذریعہ بنائی ہوئی اشیاء میں مزدور کو مناسب حصہ نہیں مل پارہا ہے۔ان حالات کے پیدا کرنے میں حکمران طبقہ زمیندار اوران کے نمائندوں کا دخل ہے۔

آخر اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

ان حکمرانوں کو زمینداروں کو'ان کے ایجنٹوں کو اس حالت میں لانا چاہئے کہ وہ مزدوروں اور کسانوں کے حالات کو سمجھ سکیں۔ہمیں چاہیئے کہ کارخانوں میں اپنا مقام پیدا کریں مزدوروں کو ان کے حالات سے واقف کرواتے ہوئے ان میں خوداعتمادی پیدا کرنا چاہیے۔آپ رشیا کے گرانڈ ماسٹر اور کیتھرائن کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔وہاں کے قائدین کی قربانیوں سے واقفیت حاصل کیجئے۔آپ بھی اچھی ٹائی باندھ کر اچھا سوٹ پہن کر بے شک قائد بن سکتے ہیں۔لیکن مزدوروں کا' کسانوں کا آپ کوئی بھلا نہ کرسکیں گے۔''(شہید اشفاق اللہ خان اوران کا یگ'سُدھیر ودیارتھی'صفحہ:۱۲۱)

انہوں نے تجویز پیش کی کہ محنت کشوں کے ساتھ مل جل کر کام کرنا چاہیے۔اور انہیں باشعور بنانا چاہیے۔محنت کشوں کی ضروریات زندگی سے اوران کے سکھ دکھ سے واقفیت نہ رکھنے والی قیادت بے کار ہے۔اوراس طرح محنت کشوں کی فلاح و بہبود سے سروکار نہ رکھنے والی قیادت کی انہوں نے مذمت کی۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ محنت کشوں کی خلوص دل سے فلاح و بہبود چاہنے والی قیادت کو تیار کرنا چاہیے اس کے لئے اچھا ادب وجود میں لانے کی ضرورت ہے۔اور ایسے ادب ولٹریچر کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

سماج میں جاری استحصال کا ذمہ دار کون ہے؟ محنت کشوں کا دشمن کون ہے؟ ان اُمور پر اشفاق کماحقہ واقفیت رکھتے تھے۔اس موضوع پر بات کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:''استحصال کرنے والے ناحق کی دولت سے'ظلم کرنے والے مظلوم کی کمائی سے اپنے پیٹ بھرتے ہیں۔وکیل موکلوں کی' زمیندار قولداروں کی' سرمایہ دار مزدوروں کی محنت کی کمائی کو اس طرح چوس لیتے ہیں جیسے جونک خون چوس لیتی ہے۔یہ تمام محنت سے عاری کام چور ہیں۔اسی لئے استحصال کرتے رہتے ہیں۔اس ظلم کو اس استحصال کو ختم کرنا نہایت ضروری ہے۔ان طاقتوں کیخلاف جنگ ناگزیر ہے۔''(شہید اشفاق اللہ خان اوران کا یگ'سُدھیر ودیارتھی'صفحہ:۱۰۷)

یہی باتیں وہ اپنے کیمونسٹ گروپ کے دوستوں سے بھی کہتے رہتے۔اشفاق اللہ نے اعلان کیا کہ اگر ایسے خیالات کی بناء پر کوئی انہیں کیمونسٹ کہے یا کچھ اور انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔شری سدھیر وریارتھی نے لکھا کہ اس طرح کے خیالات کا اظہار کرنے والے وہ پہلے انقلابی تھے۔

انقلابی تحریک کے لئے سرمایہ کی قلت

مادرِوطن کے لئے بے انتہاء احترام ومحبت کا اظہار کرنے والے' ملک کے لئے موت تک کا استقبال کرنیوالے اشفاق اللہ خان جیسے ترقی پسندانہ خیالات رکھنے والے بے لوث وفکر مند نوجوان انقلابی تحریک کے روح رواں بن گئے۔مادرِوطن کی آزادی کے لئے اپنے آپ کو وقف کردینے والے انقلابیوں کی بدولت انقلابی کارروائیاں نہایت تیز ہوگئیں۔بنگال کو اہم مرکز بناتے ہوئے یہ انقلابی تمام ملک میں پھیلنے لگے۔ ریاست اُتر پردیش اور بہار میں بھی یہ انقلابی تحریک جڑ پکڑنے لگی۔کئی شہروں میں انقلابی مراکز قائم ہونے لگے۔انقلابیوں کے ذریعہ انجام دی جانے والی کارروائیاں (Actions) جب کامیابی سے ہم کنار ہونے لگیں تو اشفاق جیسے قوم و وطن کی محبت کے جذبات سے سرشار نوجوان بڑی تعداد میں خفیہ انقلابی دستوں میں شامل ہونے لگے۔ان دنوں تحریک عدم تعاون کو گاندھی جی کے ذریعہ واپس لیا جانا' قومی کانگریس کا اس تحریک کے متبادل کے طور پر کسی دوسری تحریک سے عوام کو روشناس نہ کرانا' یہ ایسے حالات تھے اور ایک جو خلاء سا پیدا ہو گیا تھا۔اس کے پس منظر میں انقلابی تحریک پروان چڑھنے لگی۔

رام پرساد بسمل نے ان حالات کو اپنے لئے سازگار بنانے کی ٹھان لی۔مختلف مقامات پر انقلابی مراکز قائم کرنے' باہمت نوجوانوں کو بڑی تعداد میں انقلابی دستہ میں شامل کرنے' انقلابی تنظیم کے لئے عوامی مدد حاصل کرنے' عوام کو باشعور بنانے کے مقصد

سے سماجی ترقی اور خدمت کے مراکز شروع کرنے' کتب خانے قائم کرنے جیسے بہت سارے منصوبے ترتیب دئے گئے۔اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی چاہا کہ انقلابی لٹریچر کو بڑی تعداد میں طبع کروا کر عوام میں وسیع پیمانے پر تقسیم کیا جائے۔

لیکن ان تمام منصوبوں پر عمل آوری کیلئے مالی وسائل کی شدید قلت تھی۔اس میں شک نہیں کہ جانوں تک کی قربانی دینے کا جذبہ رکھنے والے بے لوث نوجوانوں کی بڑی تعداد کو تو انقلابی تحریک نے اکھٹا کرلیا تھا۔لیکن مالی وسائل کو اکھٹا کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔اس مالی دشواری کے سبب کوئی کام آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔معاشی قوت حاصل کرنے کے لئے بسمل غور وفکر کرنے لگے۔اسی غور وفکر کے نتیجہ میں مالی وسائل کو اکھٹا کرنے کے لئے ایک حصہ کے طور پر سرکاری خزانہ کو' سرکار کے ہاں میں ہاں ملانے والے زمینداروں کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا گیا اور اس پر انقلابیوں نے عمل درآمد شروع کرکے کئی کامیاب آکشنس (کارروائیاں) سرانجام دیں۔

کاکوری ریل ڈکیتی منصوبے سے متعلق ہونے والی میٹنگ میں اپنی مخالفت کا اظہار کرتے ہوئے اشفاق اللہ

ان واقعات نے حکمران طبقات میں سراسیمگی پیدا کردی۔ حکومت کی نگرانی سخت ہونے لگی۔ خفیہ پولیس کی سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔ انقلابیوں کو ہر طرح کی مدد وامداد منقطع کرنے کے لئے حکومت نے سخت اقدامات روبہ عمل لائے۔ جس کی وجہ سے انقلابیوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت کے اقدامات کی وجہ سے انقلابی بڑی کسمپرسی کی حالت میں پہنچ گئے۔ انقلابی تنظیموں کے ارکان کے معمولی ضروریات' یہاں تک کہ کھانے پینے کے اخراجات تک کے لالے پڑ گئے۔ اس وقت کے حالات کو بسمل نے بڑے دکھ کے ساتھ یوں بیان کیا:

''اس وقت تنظیم کے ارکان کی معاشی حالت انتہائی دگرگوں ہوچکی تھی۔ چنے کھا کر گزارنا بھی چاہا تو اس کو خریدنے تک کی گنجائش نہیں تھی۔ کسی کے پاس بھی جسم بھر کپڑے نہیں تھے۔ بعض لوگ طلباء کی شکل میں دھرم شالاؤں میں' مندروں میں' مقدس مقامات پر جا کر خیراتی کھانے پر گزارہ کرتے۔ ان بدنصیب حالات کو دیکھ کر میرے دل میں ہوک سی اُٹھنے لگی۔ نوجوانوں کے پچکے ہوئے اُداس چہرے دیکھ کر میرے منہ سے آہ نکل جاتی۔ ہائے یہ کیا ہوا؟ مادرِ وطن کی خدمت میں وقف ہوجانے والے ان نوجوانوں کی حالت فقراء سے بدتر دیکھ کر میرے آنکھوں میں آنسو آجاتے اور میں آنسو بہانے کے علاوہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا''۔ (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:۷۳'۷۲)

طاقتور دشمن کو مادرِ وطن سے مار بھگانے کے لے جاری اس لڑائی میں انقلابی تحریک کے عددی قوت کے ساتھ مالی اور عسکری قوت بھی بہت ضروری تھی۔ ہتھیاروں کی فراہمی کے لئے مناسب مالیہ کی ضرورت تھی۔ کاکوری کیس میں اشفاق کے ساتھ حصہ لیکر دس سال قید کی سزا بھگتنے والے سچیندرا ناتھ بکشی اُن حالات کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''1925ء کے آنے تک انقلابی تحریک اتر پردیش میں اپنی جڑیں مضبوط کر کے آگے بڑھ رہی تھی۔ ماہ جولائی کے آخری ہفتہ میں اسٹیمر کے ذریعہ جرمنی سے پستولوں کا چالان آنیوالا تھا۔ پستولوں کے کلکتہ پورٹ پہنچنے سے پہلے ہی ان کی قیمت نقد شکل میں ادا کرنا ضروری تھا۔ اس کے لئے بہت سی نقدی چاہئے تھی۔ پارٹی کے پاس اتنی رقم نہیں تھی۔ ڈکیتی کے علاوہ پارٹی کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا''۔ (کاکوری سازش کیس کی روداد (مضمون) مصنف سچیندرا ناتھ بکشی' ترجمہ وپھل چکرورتی' پراجا ساہتی (شمارہ' ڈسمبر ۲۰۰۱' صفحہ:۲۶)

1925ء مارچ 6/تاریخ کو فلقت ضلع کے بچ پوری گاؤں میں انگریزوں کے ایک پٹھو کے گھر جو ڈکیتی کا واقعہ ہوا تھا اس میں اشفاق اللہ خان نے حصہ لیا تھا۔

اسی طرح اور کئی مقامات پر انجام دئے جانے والے آکشنس میں گو اشفاق نے حصہ تو لیا تھا۔ لیکن انہیں اس طرح کی ڈکیتیاں پسند نہیں تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ ڈکیتیوں کی وجہ سے پارٹی کو جو فوائد حاصل ہونگے اس سے کہیں زیادہ نقصان پارٹی کے تعلق سے عوام میں منفی خیالات کے پیدا ہوجانے سے ہوگا۔ اور یہ خطرناک بات ہوگی۔ شروع ہی سے وہ اس خیال کا اظہار کرتے آرہے تھے۔ اس طرح کی تنقید کے باوجود اس طریقے کے انتخاب کی وجہ بتاتے ہوئے بسمل یوں وضاحت کرتے ہیں۔ ''کوئی دوسرا متبادل نہ ہونے کی وجہ سے ڈکیتیوں کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ اس کے باوجود ہمیں یہ پسند نہیں تھا کہ کسی کی شخصی املاک کا سرقہ کریں۔ ہم نے سوچا کہ جب سرقہ کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ کار ہی نہ ہو تو کیوں نہ سرکاری خزانے ہی کو لوٹ لیا جائے'' (بسمل کی

خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:76)

اس طرح یہ بات طے ہوگئی کہ مستقبل میں انقلابی کسی کی شخصی دولت کا سرقہ نہیں کریں گے۔ رم پراساد بسمل نے کہا کہ آخر کار یہ تہیہ کرلیا گیا کہ معاشی وسائل کو اکٹھا کرنے کے لئے صرف سرکاری دولت ہی کا سرقہ کیا جائیگا۔

ریل ڈکیتی کے اشفاق شروع ہی سے مخالف

جب یہ فیصلہ ہوگیا کہ عوام کے شخصی املاک کے بجائے سرکاری دولت کو لوٹ لیا جائے تو بسمل نے اس کے مطابق پلان بنایا۔ سرکاری خزانے کو منتقل کرنے والی ٹرین سے دولت کا سرقہ کرنے کی تجویز کو مرکزی کمیٹی کے سامنے رکھ کر بسمل نے اپنے رفقاء سے صلاح مانگی۔ اس تجویز کو سنکر نوجوان انقلابی رفقاء بہت ہی مسرور ہوگئے۔ حکومت برطانیہ کو کاری ضرب لگانے کا یہ ایک بہترین موقعہ سمجھا۔ جان قربان کرنے کی شدید خواہش ان کے دلوں میں مچلنے لگی۔ وہ دشمن کی قوت بازو دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی اس وقت کی حالت کو سچیندر اناتھ بکشی یوں بیان کرتے ہیں: اس تجویز کو سنکر نوجوان انقلابی

Kakori Railway Station
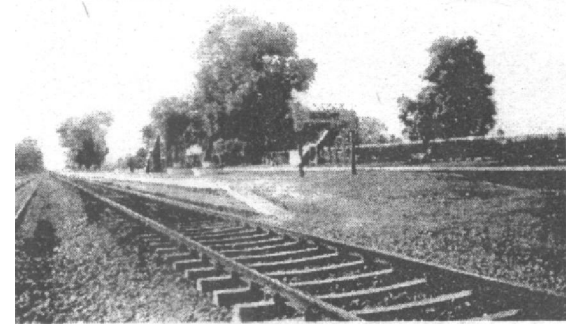
منظور کرلیا۔ رفقاء کے خیالات سننے کے بعد اشفاق اُٹھے' کسی کی پرواہ کئے بغیر نہایت اطمینان اور سکون سے اسطرح گویا ہوئے: ''ہمارا دستہ ابھی مضبوط نہیں ہوا ہے۔ حکومت سے راست ٹکرانے کی قوت ابھی ہم میں پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے پہلے ہمیں پارٹی کو

مضبوط بنانا چاہیے۔ ہمیں پارٹی کو وسعت دینا چاہیے۔ حکومت کو اس طرح کا راست چیلنج کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اگر یہ واقعہ رونما ہوگیا تو پھر حکومت اپنی پوری قوت کے ساتھ بڑی بے دردی سے دستے کے ارکان پر ٹوٹ پڑے گی۔ انقلابی تحریک کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائیگا۔'' (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیرر ودھیارتھی' صفحہ 34)

اس طرح انقلابی تحریک کے وجود کے پیش نظر اس تجویز کو نامناسب سمجھتے ہوئے اشفاق نے اس تجویز کی مخالفت کا اعلان کیا۔ آخری وقت تک وہ بسمل کو سمجھاتے رہے کہ اس تجویز سے دستبردار ہونا ہی زیادہ مناسب ہے۔ لیکن ان کے رفقاء ان کی وارننگوں پر دھیان دینے کے موقف میں ہی نہیں تھے۔ آکشن (کارروائی) کے لئے روانہ ہونے کے بعد بھی' لوٹی جانے والی ٹرین کے لکھنؤ پہنچنے تک بھی وہ بسمل کو یہی تلقین کرتے رہے۔

یہاں تک کہ جب یہ لوگ کاکوری ریلوے اسٹیشن پہنچے تب بھی اشفاق نے بسمل سے یوں کہا: ''رام میری بات مان جاؤ' اب بھی وقت نہیں گذرا۔ اب بھی موقعہ باقی ہے۔ چلو واپس چلتے ہیں۔ یادرکھو یہ کوشش ہمارے لئے نقصاندہ ثابت ہوگی۔''

تاریخ ساز کاکوری ریل ڈکیتی

سرکاری خزانے کو لوٹنے کا منصوبہ تیار ہوگیا۔ انقلابی کارکنوں کو ان کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ اس آکشن میں حصہ لینے والے دس ممبروں کا ایک دستہ پوری طرح سے تیار ہوگیا۔ 1925 اگست 9 تاریخ کو شاجہاں پور سے لکھنؤ جانے والی 8 ڈاؤن پاسنجر ٹرین کو کاکوری اور عالم نگر اسٹیشنوں کے درمیان روک کر اس ٹرین کے ذریعہ منتقل کئے جانے والے سرکاری خزانے کو لوٹ لینے کا منصوبہ بنایا گیا۔

اس آکشن میں اشفاق اللہ خان، منمتھا ناتھ گپتا، چندرا شیکھر آزاد، راجیند راپرساد لہری، کیشو چکرورتی، مراری لعل، مکند لعل، سچیند رناتھ بخشی، اور رام پرساد بسمل نے حصہ لیا۔ منصوبے کے مطابق ٹرین کاکوری اسٹیشن سے آگے بڑھنے کے بعد کاکوری اور عالم نگر کے درمیان پہنچی تو انقلابیوں نے ٹرین کی چین (زنجیر) کھینچ کر ٹرین کو روک دیا۔ دس انقلابی ٹرین سے اُترے۔ انہوں نے لوگوں سے یہ اپیل کی کہ وہ انقلابی ہیں۔ عوام کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ٹرین میں موجود سرکاری خزانہ لوٹنا چاہتے ہیں۔ اس لئے جو جہاں بیٹھا ہے وہیں بیٹھا رہے'' اس کے بعد پستول سے گارڈ کو دھمکا کر سرکاری خزنے والا لوہے کا صندوق بڑی مشکل سے نیچے اتار لائے۔ یہ صندوق انتہائی مضبوط اور وزنی ہونے کی وجہ سے اس کا کھولنا بھی ان لوگوں کو دشوار محسوس ہونے لگا۔ صندوق کے ڈھکن کو کاٹ کر نکالنے کی کوشش بھی کامیاب نہ ہوسکی۔

ان تمام کوششوں کو دیکھ کر اشفاق نے اپنی موزر پستول اپنے قریبی رفیق کو تھما کر خود آگے بڑھے۔ اور انتہائی وزنی ہتوڑے سے لوہے کے صندوق پر پے در پے ضربیں لگانے لگے۔ بے مثال طاقت وقوت والے اشفاق کی پیہم ضربوں سے آخر کار لوہے کا صندوق ٹوٹ گیا۔ ٹوٹے ہوئے صندوق سے تمام رقم نکال کر ایک چادر میں سمیٹ

لیا گیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اس طرح کاکوری ریل ڈکیتی کے نام سے تاریخ جنگ آزادی میں شہرت پانے والا یہ واقعہ چند منٹوں میں اختتام کو پہنچا۔

اشفاق اللہ خان اپنی انفرادی رائے کے اظہار میں جس طرح بے باک تھے۔ اسی طرح جمہوری انداز میں اکثریت کے کئے ہوئے فیصلہ کو قبول کرنے اور سر تسلیم خم کرنے میں بھی وہ بے مثال تھے۔ یہ چیز جمہوریت کے تئیں ان کے عزت واحترام کی موثر دلیل ہے۔ اسی بات کو ایک اور انقلابی اشفاق کے رفیق کار شری سچیند رناتھ بخشی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ''آخر کار کسی نہ کسی طرح بڑی مشکل سے اشفاق آئرن چسٹ کو توڑنے میں کامیاب ہوگئے۔ ڈکیتی شروع کرنے سے پہلے اس آکشن کی مخالفت کرتے آنے والے اشفاق، جب آکشن (ڈکیتی) شرع ہوا تو اس میں اپنا بھرپور تعاون دیا''۔ (ماہنامہ پراجا ساہتی، ڈسمبر 2000، صفحہ 28)

حکومت انقلابیوں پر ٹوٹ پڑی

کاکوری ریل ڈکیتی کا واقعہ تمام ملک میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ حکومت برطانیہ کے لئے یہ ایک زبردست دھکا تھا۔ محکمہ پولیس چوکنا ہوگیا۔ سرکاری خزانے کو لوٹ لینا' پھر اس پر طرہ یہ کہ ریل کے ذریعہ منتقل کئے جانے والے خزانے کو دن دہاڑے چند منٹوں میں انقلابیوں کے ذریعہ لوٹ لیا جانا حکومت کے خواب وخیال میں بھی نہ آسکتا تھا۔ اس لئے حکومت نے یہ تہیہ کرلیا کہ اس واقعہ میں ملوث افراد کے خلاف سخت ترین اقدامات روبہ عمل لائے جائیں۔

انتہائی دلیرانہ یہ واقعہ ایک طرف حکومت کے لئے زبردست چیلنج تھا تو دوسری طرف ہندوستانیوں میں خوشی کی لہر دوڑانے کا موجب بنا۔ سیاسی اعتبار سے قومی تحریک میں جو ٹھہراؤ آگیا تھا اس کاکوری ریل ڈکیتی کے واقعہ نے اس میں بے حد گرمی پیدا کردی۔ عوام میں جوش وخروش اُبلنے لگا۔ انقلابیوں کے عزائم بلند ہوگئے۔ ''بے انتہاء

قوت وطاقت اور وسائل سے لیس حکومت کا بمشکل دس افراد پر مشتمل یہ انقلابی گروہ کیا بگاڑ سکتا ہے؟" جیسے الفاظ سے انقلابیوں کا مذاق اڑانے والے سیاسی رہنماؤں کو کاکوری کے بہادروں نے مناسب جواب دیا۔

انقلابیوں نے پنے دلیرانہ اقدام سے یہ ثابت کر دیا کہ اگر مقصد کا لگن ہو، ہمت و شجاعت ہو، اور ایک تحریک سے اٹوٹ وابستگی ہو تو کتنی ہی قوت و وسائل رکھنے والی طاقت کیوں نہ ہو، اسے شکست دی جا سکتی ہے۔

دوسری طرف حکومت نے یہ تہیہ کر لیا کہ اس واقعہ سے انقلابیوں میں خود اعتمادی بڑھ کر اور ایسے ہی مزید اقدامات کرنے سے قبل، حالات کے دگرگوں ہونے سے پہلے ہی اس ایکشن میں حصہ لینے والے تمام افراد کو پکڑ کر ختم کر دینا چاہیئے۔ اس واقعہ کے ذمہ داروں کو جڑ و پیڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے حکومت نے "سر ہارٹن" نامی ایک تحقیقاتی افسر کا تقرر کیا۔ اس واقعہ کی چھان بین کے لئے مخصوص پولیس دستوں کو اور انگریز اعلیٰ عہدیداروں کے جتھوں کو مقرر کیا۔ انہیں ہدایات دی گئی کہ بعجلت ممکنہ گرفتاریاں عمل میں لائی جائیں۔

انقلابیوں کی گرفتاری میں مدد کے لئے انعامات کا اعلان کیا گیا۔ پولیس نے انقلابیوں کو گرفتار کرنے چوطرف سے جال بچھانا شرع کر دیا۔ برطانیہ کی خفیہ پولیس تنظیم چوکنا ہو گئی، انقلابیوں کا پتہ لگانے کے لئے پولیس ہر ہر مقام پر تحقیقاتی کارروائیاں

شروع کر دیں۔

کاکوری کے مقام پر ریل سے حکومت کی جو دولت لوٹی گئی تھی۔ ہندوستان ریپبلک اسوسی ایشن نے اس کو لکھنؤ منتقل کر دیا۔ انقلابی تحریک کے قائد پنڈٹ رام پراساد بسمل نے اس تمام دولت کو سو سو کے کرنسی نوٹوں میں تبدیل کروالیا، لیکن بد قسمتی سے اس خزانے کے تین نوٹ انجانی میں شاجہان پور میں استعمال میں آئے۔ اور یہ نوٹ تحقیقاتی عہدیدار سر ہارٹن کے ہاتھ لگ گئے۔ اس وقت تک کاکوری کیس سے متعلق کسی قسم کا ثوت نہ ملنے سے پریشان محکمہ پولیس کو ایک اچھا "کلو (سراغ) ہاتھ آ گیا۔ ہارٹن بے حد خوش ہو گیا۔ دستیاب ثبوت کی بنیاد پر اپنے محکمہ کے اہلکاروں کو طوفانی رفتار سے متعلقہ مقامات کو دوڑانے لگا۔

ان واقعات سے لاعلم کاکوری کے بہادر اس وقت تک روپوش نہیں ہوئے تھے۔ بسمل اور اشفاق آزادی سے شاجہاں پور میں گھوم رہے تھے۔ کرنسی نوٹوں کو بنیاد بنا کر جب خفیہ تحقیقات کی گئیں تو تمام حالات، واقعات، اور اشخاص کا پتہ چل گیا۔ اب حکومت دیر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ دستیاب مواد کی بنیاد پر 1925ء ستمبر 26 تاریخ کی رات محکمہ پولیس نے انقلابیوں کے اڈوں پر، گھروں پر اور دیگر مقامات پر ایک ساتھ چھاپہ مارا، چوطرف سے ان لوگوں کو گھیر لیا گیا۔ ان چھاپوں میں تیس انقلابی گرفتار ہو گئے۔ ان پولیس چھاپوں میں سوائے شری سچیند رناتھ، شری چندراشیکھر آزاد اور اشفاق اللہ خان کے، کاکوری واقعہ میں ملوث تمام لوگ پکڑے گئے۔

روپوشی میں اشفاق

1925ء ستمبر 26 تاریخ کی رات پولیس نے اشفاق کے گھر پر بھی چھاپہ مارا۔
اس وقت اشفاق کے بھائی ریاست اللہ خان کی ہوشیاری اور خطرات سے مقابلہ کرنے کی ہمت رکھنے والے اشفاق کی دلیری کے سبب، پولیس کی آنکھ میں دھول جھونک کر

اشفاق روپوش ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ اپنے گھر سے آدھا میل دور گنے کے کھیت میں چھپ گئے اوراس کی تھوڑی دیر بعد وہاں سے فرار ہوگئے۔ اس رات جو کچھ گذرا، اشفاق کے بھائی ریاست اللہ خان نے اس طرح بیان کیا:

اس رات فجر کی نماز کے لئے بیدار ہوا، اس وقت تک میری اہلیہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ کوئی گھر پر دستک دے رہا تھا۔ جا کر دروازہ کھولا، سامنے پولیس افسر فصاحت حسین اوران کے ساتھی پولیس کا کچھ اورعملہ تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے؟ کہا کہ تلاشی کے لئے آئے ہیں" میں نے پوچھا کہ رات کے وقت تلاشی کیسی؟" انہوں نے جواب دیا کہ تلاشی کے لئے ضلع کلکٹر کا وارنٹ ہے۔ میں نے کہا بتایئے۔ غلطی سے انہوں نے میرے ہاتھ میں ایک دوسرا کاغذ تھما دیا۔ یہ تلاشی کا وارنٹ نہیں تھا بلکہ یہ اشفاق کی گرفتاری کے احکام تھے۔ انہیں میں نے جلدی سے پڑھ لیا اور یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ مجھے انگریزی نہیں آتی۔ اس کے بعد وہ تلاشی سے متعلق وارنٹ دکھلائے۔ گھر میں گھسنے کے لئے وہ بہت جلدی کر رہے تھے، میں نے پوچھا کہ "کیوں میرے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں"؟
"ضلع پرتاپ گھر میں ڈکیتی ہوئی ہے، اس واقعہ سے متعلق تلاشیاں لی جارہی ہیں" فصاحت حسین نے وضاحت کی، یہ کہتے ہوئے کہ "گھر میں پردہ نشین خواتین ہیں" میں پولیس کے آگے کھڑا ہوگیا۔ تمام گھر والوں کو یہ بتاتے ہوئے کہ پولیس آئی ہوئی ہے۔ اور گھر کی تلاشی لینے اندر آرہی ہے آپ لوگ اُوپر چھت پر چلے جایئے۔ یہ الفاظ میں اپنی اہلیہ کومخاطب کر کے کہہ رہا تھا لیکن اتنی بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ گھر والوں کے ساتھ ساتھ اشفاق بھی سن لے اور ہوشیار ہوجائے"۔ ان الفاظ سے اشفاق بھی چوکنا ہوگیا۔ فوری اٹھا اپنی صندوق میں موجود ممنوعہ اخبار "ویان گارڈ" کی کاپیوں کو لیتا ہوا تیز تیز قدموں سے چند لمحوں میں چھت پر چلا گیا، پولیس تمام گھر کی تلاشی لے رہی تھی۔ افسران باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ پولیس افسر حسین مجھ سے گفتگو کرنے لگے۔ دوران گفتگو

مجھے باؤلا سمجھتے ہوئے بڑی سادگی سے کہنے لگے۔ "اشفاق سے مجھے تعارف ہے۔ ہے کیا؟ بلوایئے نا! کچھ دیر باتیں کرلیں گے"
ان کی یہ بات سنتے ہی میں نے جواب دیا "کل رات بارہ بجے کے قریب اشفاق کہیں چلا گیا ہے" اس جواب سے افسر گھبرا گیا۔ پوچھا: کہاں گیا؟" میں نے کہا" کل کوئی پولیس افسر آ کر اشفاق کو بتایا کہ اس کی گرفتاری کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اوراس نے مشورہ دیا کہ وہ کہیں چلا جائے" ان باتوں سے فصاحت حسین اور بھی گھبرا گیا۔ بار بار پوچھنے لگا کہ "وہ افسر کون ہے؟" اس کا نام کیا ہے؟ میں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ہمارے خیر خواہ کا نام کیسے ظاہر کرسکتا ہوں؟" پولیس افسر بہت ہی مایوس ہوگیا۔ مجھے پولیس اسٹیشن آنے کو کہا: میں ان کے ساتھ پولیس اسٹیشن گیا۔ افسر اپنے عملے کے ساتھ واپس چلے گئے۔ میں پولیس عملے کے ساتھ پولیس اسٹیشن جا کر جب واپس آیا تو دیکھا کہ اشفاق بالکنی میں کھڑا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ "یہ تمام کیا ہے؟" اس نے جواب دیا کہ وہ ریولیوشنری پارٹی میں شامل ہو چکا ہے اور وہ خفیہ تنظیم ہے۔" تب کہیں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:39'40)

اس رات پولیس کی آنکھوں میں دھول چھونک کر فرار ہونے والے اشفاق بھیس بدل کر سیدھے بھوپال پہنچے۔ لیکن وہ وہاں زیادہ دن نہ ٹھہر سکے۔ اس لئے لکھنؤ ہوتے ہوئے کانپور آ گئے۔ وہاں اخبار "پراتاپ" کے مدیر اور انقلاب کے حامی شری گنیش شنکر ودیارتھی سے ملے۔ اس زمانے میں اخبار "پراتاپ" کا دفتر انقلابیوں کے لئے ایک اہم مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ سردار بھگت سنگھ سمیت بہت سے انقلابی اس میں مضامین لکھتے تھے۔ شری ودیارتھی نے اشفاق کو چند دن پناہ دیکر وہاں سے انہیں بنارس روانہ کر دیا۔ ان دنوں بنارس انقلابیوں کے لئے ایک اڈا اور اہم مرکز بنا ہوا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اشفاق ہندوستان ریپبلک اسوسی ایشن کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بہار چلے گئے۔
اس طرح بہار جانے سے پہلے پولیس عہدیداروں کو چکمہ دیتے ہوئے اشفاق

ایک بار اپنے گھر بھی آئے۔ ان کے بڑے بھائی ریاست اللہ کہتے ہیں۔ ''الہ آباد ایکسپریس سے اشفاق صبح تین بجے شاجہاں پور پہنچے۔ اس وقت وہ ایک سکھ نوجوان کے بھیس میں تھے۔ پولیس اور سی آئی ڈی کے عہدیدار اسٹیشن میں ان کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن بھیس بدلنے کی وجہ سے پولیس والے انہیں پہچان نہ سکے۔ اشفاق اسٹیشن سے سیدھے اپنے ایک دوست ''علی خیرادی'' کے گھر گئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے بڑے بھائی محمد شفیع اللہ خان سے ملنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ پندرہ دن قبل وہ ایک شکار کے سلسلے میں جا کر وہاں غلطی سے بندوق کی گولی لگنے سے چل بسے تو اشفاق بے اختیار رونے لگے۔ کافی غمگین ہوئے۔ بھائی کی مزار پر جا کر فاتحہ پڑھی۔ واپس گھر آئے' اُسی رات گیارہ بجے کی ریل سے بہار چلے گئے''۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:۴۷)

اس کے بعد ایک اور مرتبہ پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اشفاق شاجہان پور آ کر گئے۔ جب یہ خبر پولیس کے اعلیٰ عہدیداروں تک پہنچی تو وہ آگ بگولہ ہو گئے۔ اپنا غصہ اشفاق اللہ کے بڑے بھائی ریاست اللہ کے گھر پر نکالا۔ ان کے گھر پر حملہ کرتے ہوئے گھر کا تمام سامان ضبط کر لیا۔ اس چھاپے کے وقت اشفاق کے اپنے لکھے ہوئے خطوط' نظمیں' ان کے تیار کئے ہوئے نوٹس سب کچھ پولیس اٹھا لے گئی۔ مرد و خواتین کی تفریق کئے بغیر گھر کے تمام لوگوں پر ظلم ڈھایا۔ اشفاق اللہ کے بھائی ریاست اللہ نے انکشاف کیا کہ اس وقت پولیس نے ایسا ظلم ڈھایا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔

اشفاق اللہ کی روپوشی کے زمانے میں پنجاب کے نامور انقلابی شری لالہ کیدار ناتھ سے ان کا تعارف ہوا۔ انہوں نے دوران گفتگو اشفاق کو یہ پیشکش کی کہ اگر وہ پولیس سے بچنے کے لئے سرحد پار جانا چاہتے ہیں تو وہ ان کی مدد کریں گے۔ بغیر کسی خطرے کے وہ اشفاق کو سرحد پار کروا سکتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ چیز ان کے لئے بڑی آسان ہے۔ لیکن اشفاق کو ملک چھوڑ کر جانا پسند نہیں تھا۔ شری لالہ کے مشورے کا جواب

دیتے ہوئے انہوں نے کہا: ''میں ہندوستان سے فرار ہونا نہیں چاہتا۔ میرے بھائی! مسلمانوں میں سے بھی ایک آدھ کو مادر وطن کے لئے پھانسی کے تختہ پر لٹکنے دیجئے۔ اس طرح مادر وطن کی خدمت میں جان کی قربانی دینے کی اپنی دلی خواہش کا اشفاق اللہ خان نے اسی وقت اظہار کر دیا تھا۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:47)

رُوپوشی میں---مزدور کا حلیہ

بھیس بدل کر پولیس کو چکمہ دیتے ہوئے روپوشی کی حالت میں پھرنے والے اشفاق ریاست بہار کے ضلع ڈالٹن گنج پہنچ گئے۔ اس علاقے کے ایک کارخانے میں معمولی مزدور کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ وہ اپنا حلیہ اور زبان کا لہجہ بھی بدل چکے تھے۔ ایک معمولی کسان گھرانے کے آدمی کی حیثیت سے اپنے کو متعارف کروایا۔ ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے انہوں نے ایک خفیہ زندگی کا آغاز کر دیا۔

ڈالٹن گنج کے کارخانے میں کام کرتے ہوئے اشفاق ایک محفوظ زندگی گذارنے لگے۔ وہاں ہونے والے ایک مشاعرے میں اشفاق نے شرکت کی' وہاں اشفاق کے اندر کا شاعر نمودار ہو گیا۔ اپنی بہترین اردو غزلیں ترنم سے گا کر سنائیں۔ ادبی ذوق رکھنے والوں سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اشفاق کے کارخانے کے مالک اردو شاعری کے بے حد دلدادہ تھے۔ وہ بار بار اشفاق سے اردو اشعار پڑھوا کر بے حد خوش ہوتے تھے۔ بہترین شاعری کی تخلیق ہی نہیں بلکہ مسحور کرنیوالے ترنم سے اس کو پڑھنے والے اشفاق کو وہ بے حد چاہنے لگے۔ اشفاق جیسا شاعر اپنا ملازم ہونا اپنے لیئے باعث فخر محسوس کرتے تھے۔

اشفاق کی قابلیت سے خوش ہو کر ان کے مالک نے ان کی تنخواہ بہت بڑھا دی۔ اس ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشفاق نے اپنی ہندی زبان کو بہت ترقی دی۔ بنگلہ

زبان میں گیتوں کی تخلیق ہی نہیں بلکہ انہیں خوبصورت اور سریلی آواز میں گانے تک کی انہوں نے مشق کرلی۔ کسی کو کسی بھی قسم کا شک نہ آئے۔ اس طرح انتہائی احتیاط اور محنت سے کام کرتے ہوئے اشفاق نے اپنے مالک کی خوشنودی بھی حاصل کرلی۔

تحریکی جذبات کی تخلیق کرنیوالا اردو شاعر

اشفاق اللہ بہت بڑے انقلابی ہی نہیں' ایک اچھے اردو شاعر بھی تھے۔ ان کی ماں مظہر النساء بیگم اردو ادب کی رسیا ہی نہیں کثرت مطالعہ کی شوقین بھی تھیں۔ جس کی وجہ سے اشفاق کو بچپن ہی سے اردو ادب سے لگاؤ پیدا ہوا۔ بہترین شاعری کرنے لگے۔ اپنا تخلص ''حسرت'' رکھا' حسرت کے معنی آرزو اور اشتیاق کے ہوتے ہیں۔ انہوں نے ''وارثی'' کے ایک اور نام سے بھی شاعری کی۔ اردو مشاعروں میں بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیتے۔ سلیس اردو اور بلند خیالات سے پُر ان کی شاعری عوام میں جوش و جذبہ بھر دیتی تھی۔ ان کے خیالات سے عدم اتفاق رکھنے والے بھی ان کی شاعری کے دلدادہ تھے۔ شری پرشوتم داس ٹنڈن جیسے اعلیٰ پایہ کے لوگ بھی ان کی شاعری کو بے حد پسند کرتے تھے۔

اردو زبان گویا کہ ان کی جان تھی۔ انقلابی تحریک کی بے پناہ مصروفیات میں بھی وہ اردو شاعری سے دستبردار نہ ہوسکے۔ نوجوانوں میں جوش و جذبہ پیدا کرکے انہیں انقلابی تحریک سے وابستہ کرنے کی غرض سے رام پرساد بسمل اپنے مضامین ہندی میں لکھا کرتے۔ اس پر اشفاق نے رام پرساد سے کہا کہ اگر ان مضامین کو اردو میں لکھا جائے تو اردو مادری زبان والے نوجوان بھی ان خیالات سے متاثر ہوں گے۔ اور بسمل سے خواہش کرتے کہ ان مضامین کو اردو میں بھی لکھا کریں۔ اس چیز کا اعتراف کرتے ہوئے خود رام پرساد بسمل لکھتے ہیں: جب کبھی میں کوئی مضمون یا کتاب ہندی میں لکھتا تو تم یہ خواہش کرتے کہ ان کو اردو میں کیوں نہ لکھا جائے تاکہ مسلم بھی پڑھ سکیں'' (بسمل کی خود

نوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۰۶)

بحیثیت اردو شاعر اشفاق کی لکھی ہوئی اردو نظمیں' مضامین وغیرہ بڑی حد تک پولیس کے چھاپوں میں ضائع ہوگئے' اسکے بعد ان کے گھر میں جو چوری ہوئی اس میں بھی بہت کچھ غائب ہوگئے۔ اسی وجہ سے ان کا تخلیق کردہ اردو ادب پورے کا پورا عوام تک نہیں پہنچ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ بحیثیت اردو شاعر وہ کس سطح پر تھے اندازہ کرنا ممکن نہ ہوسکا۔ جو کچھ بھی مواد میسر آیا اس کا مطالعہ کرنے والے ادبی ناقدین نے اشفاق کو اردو کے ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے تعریف کی۔

ان کی ہر تخلیق (نظم) میں مادرِ وطن سے محبت' انگریز حکومت کے خلاف برہمی' غلامی کی زندگی سے باہر آنے کی تلقین' اس کے لئے جدو جہد کرنے کی ترغیب جیسے خیالات کی فراوانی نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ زندگی سے متعلق' خالق کائنات سے متعلق' مذہبی خیالات کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ پھانسی پر لٹکائے جانے سے تھوڑی دیر پہلے تک وہ شاعری کرتے رہے۔ تختہ دار پر بھی اردو اشعار کا سنائی دینا ایک خصوصیت ہے۔

اشفاق اللہ کی شاعری کے کچھ اشعار اس طرح ہیں۔

ہے ماترو بھومی تیری سیوا کیا کروں گا — پھانسی ملے مجھے یا ہو جنم قید میری
بیڑی بجا بجا کر تیرا بھجن کروں گا

☆☆☆

وطن ہمیشہ رہے صدا قائم اور آزاد — ہمارا کیا ہے اگر ہم رہے رہے نہ رہے

☆☆☆

تنگ آکر ہم بھی اس کے ظلم سے بیزار سے — چل دیئے سوئے عدم زندہ فیض آباد سے

☆☆☆

بزدلوں کو سدا موت سے ڈرتا دیکھا — گویا کہ سو بار اُنہیں مرتا دیکھا

☆☆☆

ویر کو موت سے ہم ڈرتے نہیں دیکھا   تختہ موت پر بھی کھیلا ہی کرتا دیکھا

☆☆☆

شہیدوں کے مزاروں پر لگیں گے ہر برس میلے   وطن پر مرنیوالوں کا یہی باقی نشاں ہوگا

☆☆☆

فنا ہے سب کے لئے ہم سے کچھ نہیں موقوف   بقا ہے ایک فقط جان کبریا کیلیئے

☆☆☆

بہت ہی جلد ٹوٹیں گی غلامی کی یہ زنجیریں   کسی دن دیکھنا آزاد یہ ہندوستاں ہوگا

☆☆☆

موت اک روز آنی ہے تو ڈرنا کیا ہے   ہم صدا کھیل ہی سمجھا کیئے مرنا کیا ہے

☆☆☆

اشفاق کے لکھے ہوئے ایک خط میں ان کی کہی ہوئی نظم کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے۔ ''باغ میں فصلِ گل تو بہت ہے۔لیکن کیا فائدہ؟ اس میں بلبل کا رہنا یا اُڑ جانا' باغباں کی مرضی پر ہی منحصر ہے نا؟ راہ محبت میں چل کر' مٹ کر بھی فنا نہ ہونے والا۔ جال کا اس میں قصور نہیں۔ پنجرہ بے گناہ ہے۔ قیدی بننے کی خواہش خود میرے بال و پر میں تھی۔ اس چمنِ دنیا کے خالق نے ہی میری قسمت میں لکھ دیا ہے کہ بھری بہار میں باغ سے خارج ہو کر قید خانے میں مقیم ہونے کو۔

اس طرح اشفاق نے وطن کی محبت سے سرشار ہو کر کئی نظمیں لکھیں۔

ان کی نظمیں ''ہمدم'' نامی اردو رسالہ میں شائع ہوتی رہیں۔ وہ بچوں کے لئے بھی ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ انہوں نے یہ نظمیں زیادہ تر روپوشی کے وقت اور اس کے بعد جیل میں قید کی حالت میں لکھیں۔

کاکوری ریل واقعہ میں پھانسی کی سزا کے بعد اس سزا کی تعمیل سے پہلے جب کہ وہ فیض آباد جیل میں تھے اس وقت کی لکھی ہوئی نظموں میں بھی مادرِ وطن کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کروانے کی شدید خواہش جھلکتی ہے۔ جیل کی چار دیواری کے اندر سے

اشفاق کا یہ اعلان کرنا کہ ''چاہے مجھے پھانسی ہو جائے یا عمر قید! اے مادرِ وطن! ہر دن میں تیرے نام کا ہی ورد کرتا رہوں گا'' قابل توجہ' اور یاد رکھنے کے قابل بات ہے۔

رُوس جانے کی کوشش

گو کہ اشفاق روپوشی کی زندگی گذار رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ڈالٹن گنج ان کے لئے ہر طرح محفوظ اور سہولت بخش تھا۔ وہاں وہ شاعر کی حیثیت سے اپنی شناخت بنا چکے تھے۔ بحیثیت ایک اچھے ورکر کے وہ کارخانے کے مالک کی بھی خوشنودی حاصل کر چکے تھے۔ اس وقت کوئی انہیں پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔ پولیس کا کوئی خوف نہیں تھا۔ اچھا آجر' اچھے عوام' اچھا ادبی ماحول' یہ علاقہ ہر لحاظ سے ان کے موافق تھا۔ لیکن ان کے اندر کے انقلابی کو یہ سب پسند نہ آیا۔ سہولت بخش اور آرام دہ زندگی انہیں کاٹ کھانے لگی۔ آٹھ ماہ وہاں رہنے کے بعد ڈالٹن گنج چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ حالتِ روپوشی میں پنجاب کے مشہور انقلابی شری لالہ کیدار ناتھ سے اشفاق کا تعارف ہوا تھا۔ اس وقت انہوں نے دوران گفتگو کہا تھا کہ اگر انقلابی برطانوی پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سرحد پار جانا چاہتے ہوں تو وہ ان لوگوں کی مدد کرنے کے موقف میں ہیں۔ اشفاق بہار چھوڑ کر باہر آجانے اور رُوس جانے کا ارادہ کرنے کے بعد انہیں شری کیدار ناتھ یاد آگئے۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اشفاق کانپور آگئے۔ کانپور میں شری گنیش شنکر ودیارتھی سے ملے۔ غیر ممالک جانے کے اپنے ادارے سے انہیں واقف کروایا۔ شری ودیارتھی نے اشفاق کو تین سو روپیہ دیئے۔ انقلابِ اکتوبر کے ذریعہ روسی عوام نے جو کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اشفاق انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ ان خوابوں کی تکمیل کے لئے رُوس جانے کا ارادہ کرلیا۔ سفر روس کی تیاریاں شروع کردیں' انہیں تیاریوں کے سلسلے میں اشفاق دلی گئے۔ مشہور مصنف شری شانتی موئے رائے نے اپنی تصنیف

Freedom Movement and Indian Muslims میں بتایا کہ دلی میں اشفاق کی ملاقات کمیونسٹ قائد شری لیس وی گھاٹے سے ہوئی۔ اشفاق نے شری گھاٹے کے ذریعہ مارکسزم اور روسی عوام کی کامیابیوں سے متعلق مزید معلومات حاصل کیں۔

دوست کی غداری کی وجہ سے گرفتاری

دہلی میں رہتے ہوئے اشفاق روس جانے کی تیاریاں میں مصروف تھے کہ ایک دن ان کے اپنے گاؤں کا بچپن کا ساتھی سید حبیب احمد نظر آیا۔ کافی عرصہ کے بعد ملاقات ہونے کی وجہ سے دونوں ہی دوست خوش ہوگئے۔ اپنے وطن کے دوست احباب کی خیر خیریت سے ایک دوسرے کو واقف کروایا۔ اس وقت سید حبیب نے اپنے دوست کے روس جانے کی تیاریوں سے متعلق واقفیت حاصل کی۔

اشفاق کا دلی میں ہونا اور ان سے ملاقات وغیرہ کی تفصیلات سید حبیب احمد نے اپنے وطن میں موجود اپنے والد کو ایک خط کے ذریعہ فراہم کیں۔ ان باپ بیٹوں پر بہت سارے فوجداری مقدمات چل رہے تھے۔ پولیس نے ان لوگوں کی روڑی شیٹ بھی کھول رکھی تھی۔ اُدھر حکومت اور ادھر پولیس دونوں ہی طرف سے یہ باپ بیٹے بڑی مصیبتیں جھیل رہے تھے۔

اسی وجہ سے سید حبیب کے باپ سید مشتاق احمد کو خیال آیا کہ اگر اشفاق کو ذریعہ بنائیں تو ایک طرف ان مصیبتوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے تو دوسری طرف حکومت کے اعلان کردہ انعام سے بھی مستفید ہوسکتے ہیں۔ علاوہ اس کے حکومت کے عہدیداروں کی خوشنودی بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ سید مشتاق احمد کو یہ اُمید پیدا ہوگئی کہ اگر اشفاق کو گرفتار کروادیا جائے تو حکومت کے انعام کے ساتھ ساتھ عہدیداروں کی خوشنودی حاصل کر کے خود پر جو مقدمات چل رہے تھے ان سے بھی دستبرداری کروائی جاسکتی ہے۔

اپنے اس ارادے سے اپنے بیٹے سید حبیب احمد کو واقف کروایا اور مشورہ دیا کہ اشفاق پر ایک نظر رکھے اور ایسا برتاؤ کرے کہ کسی بھی قسم کا شک نہ ہونے پائے۔ اس نے یہ بھی تجویز کیا کہ اشفاق کے ٹھکانہ کا پتہ لگالیا جائے اور مناسب وقت پر اس کی اطلاع پولیس کو دیدی جائے۔

اس طرح باپ بیٹوں نے آپس میں مشورہ کر کے اشفاق کو پولیس کے ذریعہ پکڑوانے کا پلان بنالیا۔ اسی منصوبے کے مطابق سید حبیب نے خفیہ طریقے سے پہلے تو اشفاق کے ٹھکانے کا پتہ لگالیا اور اس کے بعد اس کی اطلاع پولیس کو دیدی۔ ان تمام حالات سے بے خبر اشفاق اس غدار دوست کے ساتھ کھانا کھا کر اپنے ٹھکانے پر چلے گئے۔ حسبِ معمول وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچے تو اس سے پہلے ہی بڑی تعداد میں خفیہ طور پر مورچہ بنائی ہوئی پولیس نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس طرح اپنے غدار دوست کی بے وفائی سے اشفاق ہوشیار ہونے سے پہلے ہی پولیس نے انہیں گرفتار کرلیا۔

اس طرح تقریباً ایک سال تک پولیس اور خفیہ کے اہلکاروں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر روپوش زندگی گذراتے ہوئے۔ حکومت کے لئے ایک چیلنج بنے ہوئے اشفاق آخر کار گرفتار ہوگئے۔ اشفاق کی گرفتاری سے کاکوری ریل واقعہ میں حصہ لینے والے تمام افراد سوائے ایک چندشیکھر آزاد کے،سچیند راناتھ بکشی سمیت سب ہی گرفتار ہوگئے۔

کاکوری ریل واقعہ کے مجاہدوں کو سزائیں

تاریخی کاکوری ریل ڈکیتی واقعہ میں حصہ لینے والے انقلابیوں پر لکھنؤ کے رنگِ تھیٹر میں تحقیقات کا آغاز ہوا۔ اس کیس کو حکومت نے اپنے لئے ایک چیلنج کے طور پر قبول

کیا۔ انقلابیوں کو کسی صورت نہ چھوڑنے کا حکومت نے تہیہ کرلیا۔ اس کے لئے حکومت نے مشہور وکلاء کی خدمات حاصل کی۔

اس کیس کی سماعت شروع ہونے تک چونکہ اشفاق اللہ خان، سچیند راناتھ بکشی اور چندرا شیکھر آزاد گرفتار نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان تینوں کو چھوڑ کر بقیہ لوگوں پر کیس داخل کرکے حکومت نے تفتیش کا آغاز کردیا۔ اہم کیس کی تحقیقات شروع ہوگئیں۔ اشفاق اللہ خان، سچیند راناتھ بکشی اور آزاد پر ایک اور کیس قائم کرتے ہوئے اس کو اصل کیس کا ذیلی کیس قرار دیا گیا۔ اور ان دونوں پر علحدہ سے مقدمہ دائر کردیا گیا۔

دیڑھ سال تک اہم کیس کا مقدمہ عدالت میں چلتا رہا۔ تین سو اشخاص پر جرح کی گئی۔ حکومت نے دس لاکھ روپئے خرچ کئے۔ آخرکار 1927ء اپریل کی 6 تاریخ کو جج ''ہیملٹن'' نے اپنا فیصلہ سنادیا، اس فیصلہ کے مطابق رام پراساد بسمل، راجیند رلہری، ٹھاکور روشن سنگھ کو پھانسی کی سزا اور بقیہ لوگوں کو مختلف معیادوں کی قید کی سزائیں سنائی گئیں۔ اس خوف سے کہ انقلابی کوئی انتقامی کارروائی نہ کریں۔ فیصلہ سنانے والا جج ''ہیملٹن'' کورٹ میں فیصلہ سناتے ہی انگلینڈ چلا گیا۔ یہ کیس عوامی جذبات کو اُبھارنے کا ذریعہ بن گیا۔ اُس وقت تک ملک کے سیاسی اُفق پر جو جمود و تعطل چھایا ہوا تھا، وہ چھٹنا شروع ہوگیا۔ کاکوری کے مجاہدین پر چلائے گئے مقدمہ سے عوام بے حد متاثر ہوئے اور ان میں غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف جذبات ٹھاٹھیں مارنے لگے۔

لالچ و طمع سے نہ جُھکنے والا بہادر

گرفتاری کے بعد رفقاء سے متعلق، انقلابی تحریک سے متعلق رازوں کا افشاء کرنے پولیس نے اشفاق اللہ خان پر بے انتہاء ظلم و ستم ڈھائے، کاکوری ریل واقعہ میں اشفاق کے ساتھ حصہ لینے والے ایک ساتھی شری بنواری لعل نے حکومت کے ظلم اور لالچ

کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ انقلابی دستہ کی تمام تفصیلات کا افشاء کرتے ہوئے وہ اپرؤور (وعدہ معافی گواہ) بن گئے۔ اس خیال سے کہ شری بنواری لعل کی طرح اشفاق بھی جھک جائیں گے۔ پولیس عہدیداروں نے قسم ہا قسم کی ترکیبیں اشفاق پر استعمال کیں۔ لیکن اشفاق سے وہ کوئی بھی راز نہ اُگلوا سکے۔

جب پولیس نے دیکھا کہ اشفاق تشدد، ظلم و جبر کے آگے جھکنے والا نہیں ہیں تو انہوں نے اپنا طریقہ کار تبدیل کردیا۔ اب وہ اشفاق کو طرح طرح کے لالچ دینے لگے۔ مختلف قسم کی ترغیبات پیش کیں۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اشفاق کو توڑ کر انقلابی تحریک سے متعلق تمام راز جان لیں اور اس تحریک کو جڑ و پیڑ سے اکھاڑ پھینک دیں۔ انہیں کوششوں کے ایک حصہ کے طور پر اشفاق اللہ کے عزیز و اقارب، دوست احباب کو بلوا کر انہیں ڈرا دھمکا کر، لالچ دیکر ان لوگوں کو اشفاق پر استعمال کیا گیا۔ عہدیداروں نے کہا کہ اگر اشفاق تحریک سے متعلق راز بتادیں تو کافی ہے۔ ان کی پھانسی کی سزا نہ صرف معاف کردی جائیگی بلکہ انہیں خوشحال زندگی گذارنے درکار تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ پولیس کی ان دھمکیوں اور ترغیبات سے مرعوب انکے عزیز و اقارب اور خیر خواہ، پولیس کی ان تجاویز کے ساتھ آکر اشفاق کو پھانسی سے ڈرا کر انقلابی تحریک سے بے وفائی کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اشفاق ان لوگوں پر برس پڑے۔ انہیں سخت سست کہا ان لوگوں سے بے زاری کا اظہار کیا اور انہیں دھتکار دیا۔

اس کے باوجود پولیس اپنی کوششوں سے باز نہیں آئی۔ پولیس کے ڈپٹی سوپرنٹنڈنٹ تصدق حسین کو حکومت نے اس کے لئے استعمال کیا۔ حکومت نے ان کے ذریعہ اشفاق کو توڑنا چاہا۔ حکومت کی ایماء پر وہ اشفاق کے پاس آئے۔ اور حسبِ ذیل طریقے سے انہیں سمجھانے بجھانے لگے۔ <u>''رام پرساد بسمل ایک ہندو ہے، آریہ سماجی ہے ملک میں ہندو راج قائم کرنا ان کا مقصد ہے۔ یہ بات مسلمانوں کے مفادات کے بالکل مغائر ہے۔ بحیثیت ایک مسلمان کے، تمہیں ان لوگوں کے مذہبی تعصب کی مذمت کرتے ہوئے، حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے، کافروں کے ساتھ تعاون کرنا</u>

ہمارے مذہبی احکامات کے بالکل خلاف ہے۔اس لئے اقبالی بیان دے کر اپنی جان اور اپنے مذہب کے مفادات کا تحفظ کرو۔'' (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۵۱)

اشفاق کو توڑنے کے لئے اس عہدیدار نے ان کے مذہبی جذبات کا استحصال کرنا چاہا۔ چونکہ وہ خود ایک مسلمان ہیں اور اشفاق کے خیر خواہ ہیں اس لئے ان کی بات پر ضرور توجہ دینا چاہیے۔انہوں نے اُمید دلائی کہ وہ حکومت کو منوا کر اشفاق کا بھلا کریں گے۔اس پولیس عہدیدار کی نصیحتوں کو اشفاق مسکراہٹ کے ساتھ سنتے رہے۔دوران گفتگو اس عہدیدار نے ہندوراج کے قیام کی جو بات کہی تھی اس کا کھرا جواب دیتے ہوئے اشفاق نے یوں کہا:

''میری خیر خواہی چاہتے ہوئے آپ نے جو کچھ نصیحتیں کیں اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ ہاں تو انقلابی اگر ہندوراج کے قیام کی کوشش کر رہے ہیں۔تب بھی میں سمجھتا ہوں کہ آج کے اس بے رحم انگریزوں سے وہ ہندوراج ہی مسلمانوں کے مفادات کے لئے بہتر ہوگا۔لیکن میں جانتا ہوں کہ تمام ہندوستانیوں کی آزادی اور خود مختاری ہی انقلابیوں کی لڑائی کا مقصد ہے۔'' (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ: ۱۵۱)

اس دوٹوک جواب کے بعد مذکورہ عہدیدار مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔اس ناکامی کے بعد بھی حکومت اور پولیس کے اعلیٰ عہدیدار اپنی کوششوں سے دستبردار نہیں ہوئے۔اس اعلیٰ پولیس عہدیدار کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ مجسٹریٹ عین الدین کے ذریعہ بھی اشفاق میں مذہبی جذبات وتعصّبات اُبھار کر انہیں اپنے لئے کار آمد بنانے کی نئی کوششیں شروع کردیں۔ منصوبے کے مطابق ایک دن مجسٹریٹ عین الدین بڑے ہی خلوص اور اپنائیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اشفاق کے پاس آئے۔ان کی اور ان کے افراد خاندان کی خیر وعافیت دریافت کی۔کاکوری ریل واقعہ کے اہم کیس میں ان کے رفقاء کو سنائی جانے والی پھانسی کی سزائیں' اور عمر قید جیسی سزاؤں کا ذکر کرتے ہوئے اشفاق کو ڈرانے کی کوشش کی۔یہ تمام کوششیں بے کار ہونے کے بعد مذہب کو بطورِ آخری

حربہ کے استعمال کیا۔

اس سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے وہ بہت ہی چالاکی اور استدلالی انداز میں اشفاق کو قائل کرنے کی کوشش کی:''یہ تمام واقعات ہندوؤں کی ایک سازش ہے۔ رام پرساد بسمل ہندو حکومت کے قیام کے لئے لڑ رہا ہے۔آپ ایک مسلمان ہو کر کس طرح دھوکہ کھا گئے ؟'' اسطرح کے سوالات کی انہوں نے اشفاق پر بوچھار کردی' ان کا یہ سوال اور اس میں چھلکنے والی ''تقسیم کر کے حکومت کرو'' والی بد نیتی اس سوال میں چھپے ہوئے منطق کو اشفاق بہت خوب جانتے تھے۔اس لئے انہوں نے اس عہدیدار کو جواب دیتے ہوئے کہا:''یہ بات جھوٹ ہے کہ رام پرساد بسمل ہندوراج کے قیام کے لئے لڑ رہے ہیں۔بالفرض محال اگر یہ بات سچ بھی ہو تو برطانوی حکومت سے بہر حال ہندو حکومت بہتر ہے''۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:۵۲)

Chief Court of Avadh

اشفاق نے اتنا کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا' بلکہ انہوں نے اس عہدایدار سے مزید کہا:

''چونکہ میں اکیلا ہی مسلمان ہوں اسلئے میری ذمہ داری اور بڑھ گئی ہے۔اگر میں ذرا بھی غلطی کر جاؤں تو یہ چیز تمام مسلمانوں پر اور میری پٹھان قوم پر نہ مٹنے والا دھبہ بن کر رہ جائیگی۔اس لئے باعزت طور پر مجھے مر جانے دیجئے۔'' (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:52)

ان دوٹوک اور مدلل جوابات سے یہ عہدیدار لا جواب ہو گیا۔حیرت اور تعجب سے اشفاق کو دیکھتا ہوا وہاں سے رخصت ہوگیا۔

اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی پولیس نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔اس

مرتبہ اشفاق کو توڑنے کے لئے خود ان کے وکیل شری کرو پا شنکر ہجیلا کو استعمال کیا گیا۔'' اہم کیس میں چونکہ انقلابیوں کو سخت ترین سزائیں سنائی جا چکی ہیں۔ اس لئے ان سزاؤں کا حوالہ دیتے ہوئے اشفاق کو بھی پھانسی کی سزا ہو سکتی ہے۔ اگر اشفاق پولیس کے ساتھ تعاون کریں تو پھانسی کی سزا سے انہیں بچایا جا سکتا ہے!'' یہ باتیں خان بہادر تصدق حسین نے ایسے منطقیانہ انداز میں اشفاق کے وکیل کو سنائیں کہ وہ بھی اس تجویز کے قائل ہو گئے۔ اشفاق کے وکیل شری کرو پا شنکر ہجیلا نے یہ سمجھ کہ بحیثیت ایک وکیل اشفاق کی زندگی بچانا انکا فرض ہے۔ اپنی سعی و کوشش کر کے دیکھ لی۔

اہم کیس میں اشفاق سے متعلق جج نے جن باتوں کا ذکر کیا تھا۔ ان کے پیش نظر اشفاق کو بھی یقیناً پھانسی کی سزا سنائی جائیگی۔ اس اندیشہ سے گھبرا کر' اور یہ سوچتے ہوئے کہ کہ از کم اشفاق کو سزائے موت سے تو بچا لیا جا سکتا ہے۔ ان کے وکیل نے پولیس کی پیش کردہ تجویز کو ان کے سامنے رکھ دیا۔ وکیل جو کچھ کہنا چاہتے تھے وہ سب سننے کے بعد اشفاق مسکراتے ہوئے اپنے وکیل سے یوں گویا ہوئے: 'وکیل صاحب! اس اندیشے کے پیش نظر کہ آپ مجھے سزائے موت سے نہیں بچا پائیں گے' شاید آپ گھبرا گئے ہیں۔ لیکن مَیں نہیں سمجھتا تھا کہ آپ جیسا شخص بھی مجھے اظہار افسوس کرنے کا مشورہ دیگا! یہ قطعی ناممکن ہے۔ میں نے اچھا کیا کہ بُرا۔ جو کچھ کیا ہے۔ اپنے مادر وطن کو آزادی دلانے کی شدید خواہش کی بنا پر ہی کیا ہے۔ اس لئے افسوس و ندامت کا اظہار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے دیسی لوگوں کے گھروں میں ڈاکہ ڈالنے کے سلسلے میں بچ پور واقعہ کے بعد ہی سے میں رام پرساد سے اختلاف کرتے آ رہا ہوں۔ لیکن کاکوری کے واقعہ کو ان واقعات سے جوڑا نہیں جا سکتا۔ ہمارے مقصد کی تکمیل کے لئے ہم اس کو ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے جس طرح اپنا ایک راستہ متعین کر لیا ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی ملک کو آزاد کرانے ایک راستہ کا تعین کر لیا ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارا راستہ پُر خطر ہو' لیکن آج ملک کے لئے جانیں قربان کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ اب رہا جرم کا اعتراف! اس بارے میں مَیں نہ صرف اپنا جرم قبول کرنے

کو تیار ہوں بلکہ تمام کے جرائم بھی میں اپنے سر لینے کے لئے تیار ہوں۔'' (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:85)

ستائیس سال کے ایک نوجوان کی زبان سے اس طرح کے جملے سننے کے بعد کرو پا شنکر اپنے آنسو نہ روک سکے۔ اشفاق کی حب الوطنی' انقلابی تحریک سے اٹوٹ وابستگی' اپنے رفقاء کے تعلق سے بے پناہ محبت' عزت و احترام کے جذبات دیکھ کر اس تجربہ کار وکیل کی گویا زبان بند ہو گئی۔ اپنی زبان سے وہ مزید ایک لفظ بھی ادا نہ کر سکے۔ اپنے دل ہی دل میں اس بے مثال انقلابی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اپنی ماں کو لکھے گئے ایک خط میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ 'وہ اپروور' (وعدہ معافی گواہ) بن کر اپنی جان بچا کر تاریخ میں بدنام ہونا نہیں چاہتے۔ اور آنیوالی نسلوں کے لئے ایک مثال بننا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں اپنی ماں کو اس طرح لکھتے ہیں۔ ''اگر میں چاہوں تو اپروور (وعدہ معافی گواہ) بن سکتا ہوں۔ جرم بھی قبول کر سکتا ہوں۔ لیکن خود کے لئے اوروں کو قربان کرنے والا شخص مستقبل کی نسلوں کے لئے کہاں تک ایک مثالی کردار بن سکتا ہے؟ کبھی نہیں بن سکتا۔'' (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سُدھیر ودھیارتھی' صفحہ:۱۰۱)

بسمل کیلئے جان کی بازی لگانے بھی تیار

کاکوری ریل ڈکیتی کے اہم کیس کی سماعت مکمل ہو گئی۔ عدالت نے سزاؤں کا اعلان بھی کر دیا۔ اشفاق اور سچیند رانا تھ بخشی پر ایک ذیلی کیس کی سماعت بھی شروع ہو گئی۔ اہم مقدمہ میں اشفاق اور سچیند رانا تھ کے ادا کردہ کردار پر چونکہ تفصیل سے بحث و مباحثے ہو چکے تھے اس لئے یہ ذیلی کیس محض ایک خانہ پُری کے مماثل تھا۔ نامور انقلابی چندر اشیکھر آزاد کے ابتک گرفتار نہ ہونے کی وجہ سے ان کے کیس کی سماعت

ملتوی رکھی گئی۔اہم اور مرکزی کیس کے تقریباً سبھی ملزمین کو سخت سزائیں سنائی گئی تھیں۔
اس لئے ان فیصلوں کی عوام مذمت کرنے لگے۔احتجاجی جلسے اور جلوس منعقد ہونے
لگے۔ پھانسی کی سزاؤں کو منسوخ کرنے کی درخواستیں حکومت کو پہنچنے لگیں۔عوامی
نمائندے اپیلیں کرنے لگے۔لیکن تمام درخواستیں رد کردی گئیں۔اپیلوں کو مسترد کردیا
گیا۔انقلابیوں کی سزاؤں کو برقرار رکھا گیا۔تحت کی عدالتوں میں اپیل سے متعلق
کارروائیاں ختم ہوچکی تھیں۔اب صرف پریوی کونسل میں اپیل داخل کرنا ہی باقی رہ گیا
تھا۔

اس سلسلہ میں بات کرنے کے لئے اشفاق کے وکیل اور مشہور آریہ سماجی لیڈر
شری کرو پاشنکر ہجیلا اشفاق سے ملنے جیل آئے۔اشفاق پہلے سے تیار کردہ اپنی اپیل کی
درخواست ان کو پیش کردی۔اس اپیل کی درخواست میں تحریر کردہ نکات پڑھ کر وکیل
صاحب گھبرا گئے۔ان نکات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے اشفاق سے پوچھا:''تم نے
ایسا کیوں لکھا؟'' پھر اشفاق پر غصہ ہوتے ہوئے کہا:''اگر یہ اپیل بھیج دی گئی تو تمہاری
سزا میں تخفیف ہونا تو دور کی بات ہے' الٹا دوسرے تمام لوگوں کو سنائی گئی سزائیں بھی تم پر
ڈالدی جائیں گی۔'' وکیل کی برہمی اور وارننگوں کو اشفاق مسکراتے ہوئے سننے لگے' اور
خاموش ہوگئے۔

خاموشی اختیار کئے ہوئے اشفاق کو وکیل نے پوچھا:ایسی اپیل تم نے کیوں تیار
کی؟ایسی اپیل تیار کرنے میں آخر تمہارا مقصد کیا ہے؟'' وکیل کے بار بار اور اصرار کے
ساتھ پوچھنے پر اشفاق نے یوں جواب دیا:''سچی بات یہ ہے کہ بسمل کی خواہش کے
مطابق ہی میں نے ایسا لکھا۔بسمل سے ملاقات کے وقت انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں اس
طرح لکھوں تو ان کی پھانسی کی سزا منسوخ ہوکر عمر قید میں تبدیل ہوجائیگی۔ چونکہ اس
سے ان کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔اس لئے ان کی حسب خواہش لکھنے کا مَیں نے وعدہ کیا۔ان
کی خیر خواہی چاہتے ہوئے مَیں نے ایسی اپیل تیار کی ہے۔'' (شہید اشفاق اللہ خان اور
ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:86)

تمام تفصیلات سننے کے بعد وکیل نے کہا:اس اپیل کو کسی کو بھی بھجوانے کی ضرورت
نہیں ہے۔اور اگر یہ اسی شکل میں بھجوادی گئی تو جان کے لائے پڑجائیں گے۔'' اس
طرح اشفاق کے وکیل شری کرو پاشنکر ہجیلا نے اشفاق کو سخت وارننگ دیکر چلے گئے۔
لیکن دوست پر قربان ہونے کا تہیہ کئے ہوئے اشفاق نے اپنے وکیل شری کرو پاشنکر ہجیلا
کی وارننگ کی کوئی پرواہ نہں کی۔اور اپنی تیار کردہ اپیل میں کسی قسم کا ردوبدل کئے بغیر
اسی شکل میں پریوی کونسل کو بھجوادی۔

قابل قائد کو بچانے جرم کا اعتراف

پنڈت رام پرساد بسمل نے اشفاق کو اپنے چھوٹے بھائی کی طرح' اپنے اہم
رفیق کی طرح دیکھا۔کاکوری سازش کیس کی سماعت کرنے والے انگریز جج نے بھی
اشفاق کو بسمل کا اہم رفیق قرار دیا۔ ہندوستان ریپبلک اسوسی ایشن کے زیر اہتمام انجام
دی جانے والی کئی کارروائیوں (آکشنس) میں اشفاق نے بسمل کے مساوی نہ صرف یہ
کہ ذمہ داریاں نبھائیں بلکہ عدالت کے ذریعہ سنائی گئی سزاؤں میں بھی برابر کا حصہ
پایا۔بسمل کی کسی بات کو بھی اشفاق نے کبھی رد نہ کیا۔ یہاں تک کہ بسمل کی زندگی بچانے
کے لئے اپنی زندگی تک کو داؤ پر لگادیا۔کاکوری کیس میں سزائیں سنائے جانے کے بعد
پریوی کونسل میں اپیل کرنا انہیں پسند نہیں تھا۔لیکن محض بسمل کی خواہش پر انہوں نے حامی
بھری۔

اشفاق نے اسی پر بس نہیں کیا۔ کاکوری واقعہ کا خود کو راست ذمہ دار بتاتے
ہوئے اس جرم کی پوری ذمہ داری قبول کرتے ہوئے خود اپنی طرف سے ایک اپیل
راست عدالت کو روانہ کردی۔ایسی درخواست پر خود ان کے وکیل نے اعتراض کیا تھا۔
اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے جب ان کے وکیل نے پوچھا کہ'' تم ناکردہ جرائم کو

کیوں اپنے سر لے رہے ہو؟'' تو وکیل کو سمجھاتے ہوئے اشفاق نے یوں جواب دیا: ''میں ایک سپاہی ہی ہوں رام پر ساد ہمارے قائد ہیں۔ وہ بے لوث محبِّ وطن ہیں۔ بہت ہی عقل مند آدمی ہیں۔ اگر میں اپنی جان نچھاور کر کے بھی انہیں بچا لیا تو یہ ہماری پارٹی کے لئے اور ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لئے بہت اچھی بات ہوگی۔ میں تو صرف ایک سپاہی ہوں۔ ان کی سوجھ بوجھ' ان کی دور اندیشی میں مَیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے انہیں بچانا ضروری ہے''۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:86)

آخر میں جب وکیل نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ: ''اس اپیل درخواست کی وجہ سے سزا میں تخفیف تو دور کی بات ہے' سنائی گئی سزا اور پختہ ہو جائیگی' تب بھی وہ اپنے وکیل کے مشورے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسی اپیل درخواست کو عدالت عالیہ کو بھجوا دیا۔ اس بھروسہ اور اطمینان کی وجہ سے کہ اگر ایک قابل قائد کو بچانے میں کامیاب ہو گئے تو تحریک زندہ رہیگی۔ اپنے قائد کے بدلے خود کو سزا کے لئے پیش کر دیا۔ یقیناً یہ چیز انقلابی تحریک کے تئیں اشفاق کی اٹوٹ وابستگی کو تحریک کے لئے ان کے جذبہ قربانی کو نہ صرف ظاہر کر دیتی ہے بلکہ پنڈت رام پرساد بسمل کے تعلق سے ان کے دل میں جو پیار و محبت' عزت و احترام تھا' اس کو بھی کما حقہ عیاں و ظاہر کر دیتی ہے۔

معافی سزا کی بھیک مانگنے کے مخالف

عوام اور عوامی نمائندوں کی درخواستیں ہر سطح پر مسترد ہونے کے بعد اب ایک آخری چارہ کار کے طور پر سزا کی معافی کی درخواست بھجوانے کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ جن کو پھانسی کی سزا ہوئی تھی ایسے تمام لوگ معافی مانگتے ہوئے درخواستیں روانہ کرنے لگے۔ لیکن اشفاق اللہ خان معافی کی التجا کرتے ہوئے درخواست بھیجنے تیار نہ

تھے۔ خالق کائنات پر بے انتہاء بھروسہ رکھنے والے اشفاق صرف اللہ پر ہی تکیہ کئے ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں اپنے دوست احباب کو خطوط لکھتے ہوئے انہوں نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔ ان خطوط میں انہوں نے کہا: ''ہر چیز اللہ کی مرضی و منشاء کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ میرے کردار کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ تبھی تو مجھے پھانسی کی سزا ہوئی ہے۔ اس لئے میں اس سزا کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں''۔ وہ اپنے رفقاء سے بھی یہی کہا کرتے کہ مادرِ وطن کے لئے جان دینا وہ اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔ اور اس موقعہ کے نصیب ہونے پر وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ پھانسی کی سزا کو وہ منجانب اللہ سمجھتے تھے اس لئے شہنشاہ کی خدمت میں سزا کی معافی کی درخواست پیش کرنے وہ ہرگز تیار نہیں تھے۔ لیکن ان کے دوست بسمل نے انہیں ان کے حال پر نہیں چھوڑا۔ درخواست دینے کے لئے ان پر دباؤ ڈالا۔ آخر کار دوستوں کے اصرار پر اپنی مرضی کے خلاف سزا کی معافی کے لئے درخواست بھجوائی۔ اس طرح اشفاق پر دباؤ ڈال کر ان کی مرضی کے خلاف ان کے ذریعہ معافی کی درخواست بھجوانے پر بعد میں بسمل اس طرح اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ ''اشفاق اللہ خان حکومت برطانیہ سے معافی مانگنے اور رحم کی درخواست بھجوانے ہرگز تیار نہیں تھے۔ ان کا غیر متزلزل عقیدہ تھا کہ ارحم الراحمین اس اللہ کو چھوڑ کر کسی اور شخص سے رحم کی بھیک نہیں مانگی جاسکتی۔ لیکن میرے اصرار کی وجہ سے انہوں نے بھی معافی اور رحم کی درخواست بھجوائی۔ میری پاک محبت کے عطا کردہ اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے میں نے انہیں ان کے مضبوط ارادے سے متزلزل کر دیا۔ اس لئے اس تمام کا قصوروار میں ہوں۔ گورکھپور جیل سے ایک خط لکھتے ہوئے اس کے لئے اشفاق سے معافی مانگ لی۔'' (بسمل کی خودنوشت سوانح حیات' صفحہ:۱۳۷)

1928ء کے ''کیرتی'' نامی اخبار میں سردار بھگت سنگھ نے ''ودروہی'' کے قلمی نام سے بسمل کے آخری پیغام کو پہنچاتے ہوئے بسمل کے الفاظ کو اس طرح دہرایا: ''جیسا کہ میں کہہ رہا ہوں' اشفاق اللہ کے خیالات بالکل وہی تھے۔ اپیل لکھتے وقت لکھنؤ جیل

میں مَیں نے ان سے گفتگو کی تھی۔ حکومت سے رحم کی درخواست کرنے ہرگز وہ راضی نہیں تھے۔ میرے اصرار اور دباؤ کی وجہ سے' میری بات کا انکار نہ کر سکنے کی وجہ' سے آخر کار اشفاق اس پر راضی ہو گئے۔'' (کبھی یاد کیجئے۔...... صفحہ: ۲۸' اور ۴۰)

عوام کی منتیں اور استدعائیں حکومت کو ہلا نہ سکیں۔ عوامی قائدین کی اپیلیں رائیگاں گئیں۔ رحم کی تمام درخواستیں مسترد کر دی گئیں۔ آخر کار کاکوری کا اہم مقدمہ ہو کہ ذیلی' ان مقدموں میں جن انقلابیوں کی سماعت ہوئی ان میں سے چار انقلابیوں کو سزائے موت یعنی پھانسی کی سزا برقرار رہی۔ عدالت نے حکم جاری کیا کہ 1927ء ڈسمبر 19 تاریخ کو فیض آباد جیل میں اشفاق کی پھانسی کی سزا کی تعمیل کی جائے۔ ان احکامات کے مطابقت میں اشفاق اللہ کو لکھنؤ جیل سے فیض آباد جیل منتقل کر دیا گیا۔

موت سے نہ ڈرنے والا شجاع

مادرِ وطن کے لئے جان قربان کرنے ہر وقت تیار رہنے والے اشفاق موت سے کبھی نہیں گھبرائے کم عمری ہی میں اپنے آپ کو وطن عزیز کی خدمت کے لئے وقف کرنے والے اشفاق ہمیشہ اپنے آپ کو مادرِ وطن کا خدمت گار کہا۔ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو لکھے ہوئے خطوط میں بھی یہی کہا کہ مَیں نے اپنی جان کو وطن پر قربان کر دیا ہے۔ ہر دن ڈرتے مرتے گذرنے والی زندگی انہیں پسند نہیں تھی۔ ان کی لکھی ہوئی نظموں میں انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا۔ یہاں تک کہ تختہ دار پر بھی اپنی اس بے خوفی' اپنے ان جذبات واحساسات کو اردو کے اشعار کی صورت میں ظاہر کر دیا۔ اپنے دوستو ں کو لکھے ہوئے خطوط میں' ان لوگوں سے گفتگو کے دوران ہمیشہ انہوں نے یہی کہا کہ وہ موت سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ مادرِ وطن کے لئے موت کو گلے لگانے خود کو حاصل ہوئی اس خوش نصیبی پر وہ ہمیشہ فخر کیا کرتے۔ اس کے ثبوت ان کے لکھے ہوئے خطوط میں جا بجا ملتے ہیں۔

پھانسی کی سزا کی تعمیل کے انتظار میں' جب وہ فیض آباد جیل میں تھے وہاں سے اپنی ماں کو خط لکھتے ہوئے کہا کہ میں موت کو خاطر میں نہیں لاتا اور نہ ہی موت سے ڈرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وطن کے خاطر جان دینے کا عظیم موقعہ جو مجھے میسر آ رہا ہے' اس پر تمام لوگوں کو خوش ہونا چاہیے۔ اپنی ماں کو تلقین کرتے ہوئے کہا کہ ''ایک عظیم مقصد کے لئے جان قربان کرنے والے بیٹے کو دیکھ کر ہر ماں کو فخر محسوس کرنا چاہئیے۔ اپنے بھائی ریاست اللہ خان کو اور اپنی ماں مظہر النساء بیگم کو لکھے ہوئے خطوط میں ان کی یہ دلیری اور بے خوفی صاف جھلکتی نظر آتی ہے۔

اُتر پردیش کے فیض آباد جیل سے اپنی ماں کو ایک خط لکھتے ہوئے اشفاق اللہ اپنی دلیری' بہادری' اور موت سے بے خوفی کا یوں اظہار کرتے ہیں۔ ''امی جان! آپ کو فخر ہونا چاہیے کہ آپ کا بیٹا بہادری اور دلیری سے موت کو قبول کر رہا ہے۔ اگر موت سے لڑنے کا وقت آیا تو انتہائی دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو یہ ثابت کرنا ہے کہ آپ ایک مجاہد کی ماں ہیں۔ خوف دلانے والی باتوں کو بھی اگر میں بڑی آسانی سے قبول کر رہا ہوں تو یہ آپ کے دودھ ہی کا کرشمہ ہے۔ اگر آپ بھابی کے ساتھ آ رہی ہیں تو پہلے ہی کی طرح دلیر بن کر آیئے۔ اور مجھے بھی دلیر بنایئے۔'' (شہید اشفاق اللہ خان اوران کا یگ' سدھیر ورھیارتھی' صفحہ 86)

انہوں نے اپنی ماں کو ہمّت اور تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ ایک بہادر بیٹے کی ماں ہیں۔ بہادروں کی ماؤں کو غمگین نہیں ہونا چاہیے۔ ہر ایک کو موت آنی ہی ہے۔ لیکن اگر کسی کو ایک مقصد کے لئے جدو جہد کرتے ہوئے موت آئے تو ایسی موت پر خوش ہونا چاہیے۔ اپنے ملک و وطن کے لئے جان دینا ایک قابل فخر بات ہے۔ کسی کے لئے بھی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے؟ میرے خاندان میں میری ماں سے بڑھ کر اور کون ہو سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں اشفاق اپنی ماں ہی کو نہیں بلکہ بہت سارے دوسرے لوگوں کو بھی جو خطوط لکھے ان میں بھی وہ ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ شہادت کا مرتبہ پا رہے ہیں۔

وطن عزیز کے لئے قربان ہونے والے خوش نصیب ہیں۔ان سے زیادہ خوش
نصیب اور کون ہوسکتا ہے؟ وطن عزیز سے وہ محبت کرتے ہیں اسی لئے انہیں سزائے
موت دی گئی ہے۔اس پر وہ فخر کرتے ہیں۔غرض اشفاق نے اپنی گفتو سے' اپنے خطوط
سے' اپنے کردار سے اپنے آپ کو نڈر' دلیر اور موت سے خوف نہ کھانے والا ثابت
کردکھایا۔

اشفاق کے وکیل شری ہجیلا' ان کے دوست احباب' انہیں اپنی جان بچانے کے
لئے حکومت سے تعاون کرنے کا مشورہ دینے پر اس مشورے کو ٹھکراتے ہوئے ایک خط
میں اپنی ماں کو یوں لکھتے ہیں۔ ''اپنی جان بچانے کے لئے دوسروں کو اس کیس میں
پھنسانے کے لئے میں اپرؤور' (Approver) بن سکتا ہوں۔اس سلسلے میں حکومت
سے تعاون کرسکتا ہوں لیکن اپنی زندگی کے لئے دوسروں کو مشکلات میں ڈالنے جیسی کمینی
حرکت کا ارتکاب کرنے والا شخص مستقبل کی نسلوں کے لئے کس طرح ایک مثالی شخصیت
بن سکتا ہے؟ نہیں......کبھی نہیں بن سکتا۔ مجھے فخر ہے کہ آنیوالی نسلیں مجھے بزدل نہیں کہیں
گی۔کمینہ نہیں کہیں گی۔ یقیناً نہیں کہیں گی۔ مجھے سچا اور بہادر کہیں گی''۔(شہید اشفاق اللہ
خان اور ان کا یگ' سدھیر ودھیارتھی' صفحہ:۱۰۱)

اس کاکوری کیس کے ایک رفیق شری سچیندر ناتھ بکشی کی بہن' انقلابی تحریک کی
ایک رکن نلنی کو 1927 ڈسمبر 16 تاریخ کو لکھے ہوئے ایک خط میں وہ یوں خوشی کا
اظہار کرتے ہیں۔ ''مَیں مرنے جارہا ہوں۔اس سے بھی آگے اگر مَیں یوں کہوں کہ
حقیقت میں اَمر ہونے جارہا ہوں تو شاید بہتر رہیگا۔اگلا سوموار (پیر) میری زندگی کا
آخری دن ہونے جارہا ہے۔ مَیں شہید کی موت مرنے جارہا ہوں''۔ (
پراجا ساہتی: صفحہ:۵۵'۵۴)

اس طرح ایک عظیم مقصد کے لئے پھانسی کی سزا کو اپنے لئے ایک خوش نصیبی سمجھ
کر وطن عزیز کے لئے پھانسی کے پھندے کو ایک قابل فخر چیز سمجھ کر' اس راہ میں جان کا
نذرانہ لئے ہوئے اشفاق پھانسی کی سزا کی تعمیل کا انتظار کرنے لگے۔

پھانسی کی سزا کی تعمیل کے منتظر

جب پھانسی کی سزا ہی قرار پائی تو اشفاق اس کی تعمیل کا انتظار بے چینی سے کرنے
لگے۔ پھانسی کی سزا کو اپنے لئے ایک عظیم موقعہ سمجھ کر اشفاق نے اس موقعہ سے بھرپور
فائدہ اٹھانا چاہا۔ بعجلت ممکنہ برطانوی حکومت خود کو پھانسی کی سزا دیدے' جس سے عوام
کے دلوں میں آگ بھڑک جائے' اور اس طرح بھڑکی ہوئی آگ کے شعلوں میں انگریز
حکومت جل کر خاکستر بن جائے۔اشفاق ایسی تمنا لئے بیٹھے تھے پھانسی کی سزا کو انہوں
نے بہت حقیر چیز سمجھا۔جیل میں ان سے ملنے آنے والوں سے کہتے کہ پھانسی کے
پھندے میں وہ جھولنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

اشفاق کو آخری بار دیکھنے کے لئے ان کے وکیل شری کروپا شنکر ہجیلا' اشفاق کے
بھائی اور بھتیجے وغیرہ 17 ڈسمبر کو جیل آئے۔تھوڑی دیر پہلے غسل کرکے پاک وصاف
کپڑے پہنے ہوئے اشفاق جیل کی سیل میں آکر مسکراتے ہوئے اپنے عزیزوں کو سلام
کیا۔محبت اور خلوص سے اپنے رشتہ داروں کو مخاطب کیا۔ پھانسی کی سزا کے منتظر ہونے
کے باوجود وہ اس طرح کا برتاؤ کررہے تھے جیسا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ان کے خلوص کو
دیکھ کر اور خیر وعافیت دریافت کرنے پر ان کے بھائیوں اور بھتیجوں نے زار وقطار رونا
شروع کردیا۔یہ منظر اشفاق کو ناگوار گذرا۔

اسی وقت اشفاق نے اپنے وکیل شری کروپا شنکر ہجیلا کو اپنے قریب بلا کر ان سے
یوں گویا ہوئے: ''وکیل صاحب! ان تمام لوگوں کو اپنے ساتھ کیوں لائے؟ کیا یہ رونے
کا وقت ہے؟ یا خوشیاں منانے کا وقت ہے؟......میرے ہندوستان کے مملکتی اختیارات
کو انگریزوں سے چھین لینے کی سازش کے الزام میں مجھ پر مقدمہ چلایا گیا۔زندگیوں کو
داؤ پر لگا کر بھی کیا یہ مقصد حاصل نہیں کرنا چاہیے؟ ایسے میں یہ رونا دھونا کیسا؟ وطن کی
خاطر جان کی بازی لگا کر تختۂ دار کو بھی چھونے والے اپنے بھائی یا چچا پر تو انہیں خوش ہونا

چاہیے۔ ہندو سماج سے شری کُدی رام، شری کنہیا لعل جیسے عظیم لوگوں نے مادر وطن کے لئے اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کو بتایئے۔ انقلابیوں پر اس طرح کی سازش کے الزام میں پھانسی پر چڑھ کر زندگی قربان کرنے جا رہا مسلم معاشرے کا میں پہلا مسلمان ہوں۔ جس پر میں فخر کر رہا ہوں‘‘۔ (شہید اشفاق اللہ خان اور ان کا یگ، سدھیر ودھیارتھی، صفحہ: ۸۸)

ان کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ سنتے ہی وکیل شری بھیلا بے چین ہو گئے۔ اندر سے اُبل پڑ رہے غم کے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں نے اشفاق سے پوچھا کہ ’’آپ کی آخری خواہش کیا ہے؟‘‘ اس پر اشفاق نے ہنستے ہوئے یوں کہا: ’’میری ایک آخری خواہش ہے بشرطیکہ آپ پوری کر سکیں۔ پرسوں مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھائیں گے، آپ دیکھتے رہیے گا کہ میں کس طرح اس پھانسی کو قبول کرتا ہوں۔‘‘ ’’یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا‘‘۔ کہتے ہوئے وکیل کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے‘‘۔ اور ان کے رشتہ داروں کے غم کے بند ٹوٹ گئے۔

مشہور مصنف شری شانتی موئے رائے اپنی کتاب Freedam Movement and Indian Muslims میں اس دن اشفاق کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو انگریزی میں یوں ضبط تحریر کیا ہے۔

"...If I am not allowed to observe the last ceremony of the noblest ordeal with all dignity and steadiness then the sanctity of the occasion will be tarnished. Today I feel myself worthy of honour with the hope that a sacred and great responsibility for the liberation of motherland has been entrusted to me. You should feel happy and proud that one of yours is fortunate enough to offer his life. You must remember that the Hindu community has dedicated great souls like Khudiram and Kanailal. To me this is a good fortune that belonging to Muslim Community I have acquired the privilege of following the footsteps of those great martyrs..." (Freedom Movement and Indian Muslims, Santimoy Ray, PPH, New Delhi, 1983, Page. 43)

اشفاق اللہ نے اس دن جو باتیں کہیں وہ ان کی بے لوثی کے، وطنِ عزیز کے تئیں اس میں موجزن بے پناہ پیار و محبت کے مقصد سے ان کی اٹوٹ وابستگی کے، ان کے بے خوفی کے مقصد کے حصول کی خاطر ہنستے کھیلتے زندگی قربان کر دینے کے جذبے کے، اور ان کے اندر کی ہمت اور شجاعت کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں۔

پھانسی کی سزا کی تعمیل سے ایک روز پہلے یعنی 1927ء ڈسمبر 18 تاریخ کو سردار بھگت سنگھ نے انہیں جیل میں دیکھا۔ اس دن اشفاق کی کیفیت کو بھگت سنگھ یوں بیان کرتے ہیں۔ ’’یہ آزاد شاعر حیرت میں ڈال دینے والی مسرت کے ساتھ تختہ دار پر چڑھا۔ بہت خوبصورت دراز قد نوجوان کافی مضبوط۔ جیل میں کسی قدر دبلے ہو گئے تھے۔ جب میں جیل میں ان سے ملا تو انہوں نے بتایا کہ دُبلے ہونے کی وجہ غم نہیں بلکہ سکون اور یکسوئی کے ساتھ اللہ رب العزت کے ذکر کیلئے غذا بہت کم لیتے تھے۔ پھانسی دینے سے ایک دن قبل میں ان سے ملا۔ وہ بن ٹھن کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مانگ نکالے ہوئے دراز بال بہت خوبصورت تھے۔ بہت خوشدلی سے ہنستے کھیلتے گفتگو کی۔ کہا کہ کل میری شادی ہے۔‘‘ (کبھی یاد کیجئے شہیدوں کے خطوط: صفحہ: ۴۰)

آخر کار شادی کا دن آ ہی گیا۔ ’’میری شادی کے لئے ہمارے لوگوں نے بہت کوشش کی۔ میری پسندیدہ دلہن نہ ملنے کی وجہ سے مَیں نے شادی نہیں کی۔ اتنے دنوں کے بعد یہ دیکھو میری پسندیدہ دلہن مل گئی‘‘۔ اس طرح اشفاق نے پھانسی کو دلہن سے تشبیہ دی۔ (بسمل کی خودنوشت: صفحہ: ۱۵۲)

موت کے وقت اشفاق نے جو ہمت اور استقلال دکھائی اس کی تعریف کرتے ہوئے رام پر اساد بسمل اپنی خودنوشت سوانح حیات میں یوں لکھتے ہیں: ’’آج مجھے جو تھوڑا بہت اگر اطمینان حاصل ہے تو اس کی وجہ، صرف تم ہو، کہ تمہارے ہی سبب اس دنیا میں میرا نام اور شہرت ہوئی‘‘۔ اشفاق اللہ نے انقلابی تحریک میں حصہ لیا۔ بھائی بند اور عزیز و اقارب کے کتنا ہی منع کرنے کے باوجود وہ کسی کو خاطر میں نہیں لائے۔ گرفتار ہونے کے

باوجود اپنے خیالات سے دستبردار ہونے کی بجائے (اس پر) مضبوطی سے قائم رہے'' یہ بات تاریخ ہند میں بے انتہاء قابل ذکر (تحریر) ہوکررہ جائیگی'' (بسمل کی خودنوشت: صفحہ :۱۲۳)

اس سلسلے میں بسمل کی کہی ہوئی شاعری کچھ اس طرح سے ہے۔

مرتے بسمل، روشن، لہری اشفاق اتیاچار سے   ہونگے پیدا سینکڑوں انکی رُدھیر کی دھار سے

عوامی شعور ہی مسائل کا حل ہے

مادرِ وطن پر جان قربان کرنے ہمیشہ ہی تیار رہنے والے اشفاق نے اپنے تجربہ کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ تمام لوگوں کو باشعور بنا کر ہی پورے ہندوستان میں انقلابی شعلوں کو بھڑکایا جاسکتا ہے۔ان موضوعات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے جیل سے لکھے ہوئے اپنے آخری خط میں یوں تحریر کرتے ہیں: ہندوستان کے (سیاسی) میدان میں ہم نے اپنا کردار ادا کردیا۔ ہم نے اچھا کیا کہ بُرا جو کچھ بھی کیا آزادی حاصل کرنے کے جذبے سے سرشار ہوکر کیا۔ ہمارے اپنے لوگ (یعنی کانگریس کے قائدین) چاہے ہماری تعریف کریں یا مذمت، لیکن ہمارے دشمن بھی ہماری ہمت و بہادری کی تعریف کیئے بغیر نہ رہ سکے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں دہشت پھیلا رہے ہیں لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ اتنے دنوں سے یہ مقدمہ چل رہا ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ گرفتار ہوئے بغیر پھر رہے تھے۔ اب بھی کچھ لوگ باہر ہیں۔ اس کے باوجود ہم یا ہمارے رفقاء میں سے کوئی بھی، ہمیں نقصان پہنچانے والوں پر ایک گولی تک نہ چلائی۔ یہ ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ ملک کو آزاد کرانے کے لئے پورے ملک میں انقلاب برپا کردیں۔

ہمارے کیس کی سماعت کرنے والے ججوں نے، ہمیں ظالم کہا، خونی کہا، انسانیت کے نام پر دھبہ جیسے بہت سے القابات سے ہمارا ذکر کیا۔ ہمارے حکمرانوں کی قوم ہی

سے تعلق رکھنے والے جنرل ڈائیر نے بچوں، بوڑھوں، مرد وخواتین تمام لوگوں پر گولیوں کی بوچھار کردی۔ انصاف کے یہ ٹھیکے دار اپنے اس چہیتے کو کن القابات سے مخاطب کیا؟ ایسی حالت میں صرف ہمارے معاملے میں ہی یہ تعصب کیوں؟'' (کبھی یاد کیجئے: ص: ۴۱)

اس طرح انہوں نے واضح انداز میں حکومت اور ججوں کے برتاؤ پر نکتہ چینی کی۔

اشفاق نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا، تقریباً ایسے ہی خیالات کا اظہار رام پراساد بسمل نے اپنی خودنوشت سوانح حیات کے آخری باب میں بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''ہندوستانی عوام میں زیادہ لوگ جب تک تعلیم یافتہ نہیں ہوجاتے، اچھے اور بُرے کی تمیز کرنے کی صلاحیت ان میں پیدا نہیں ہوجاتی، اس وقت تک آپ لوگ انجانے میں بھی ہرگز ہرگز کسی قسم کی انقلابی سازشوں میں حصہ نہ لیں۔ ملک کی خدمت کرنے کی ہی اگر خواہش رکھتے ہیں تو علی الاعلان چلنے والی تحریکوں کے ذریعہ حسبِ طاقت کام کیجئے۔ اگر ایسا نہ کریں تو آپ لوگوں کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ دوسرے طریقوں سے اس سے زیادہ ملک کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ اس سے فوائد بھی زیادہ ملیں گے۔ سازگار حالات کے نہ ہونے کی وجہ سے ایسے انقلابی تحریکوں میں صَرف کی جانے والی محنت وقوتیں اکثر رائگاں ہی ہوتی رہیں گی جن کے لئے آپ جدوجہد کررہے ہیں خود وہی لوگ آپ پر طرح طرح کے طعنے کسیں گے۔ آخر کار آپ دل ہی دل میں اونٹ کر، خون کے گھونٹ پی کر، اپنی زندگی کو قربان کرنا پڑے گا۔ جو کچھ بھی کرنا ہو، سب مل کر ہی کیجئے۔ اور جو کچھ بھی کرنا ہے، ملک کی بھلائی کے لئے ہی کیجئے۔ اس سے سب کا بھلا ہوگا۔ وطن کے لوگوں سے یہ میری آخری اور مودبانہ گذارش ہے'' (بسمل کی خودنوشت: صفحہ:۱۳۹)

حکومت کے خزانے کو لوٹنے کی تجویز جب انقلابی رفقاء نے منظور کرلی تو اس وقت اشفاق نے اس کی مخالفت کی تھی۔ انہوں نے وارننگ دی تھی کہ اس آکشن کی وجہ، سے

انقلابی تحریک کو نا قابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ ''سب سے پہلے ہمیں عوام کو بڑی تعداد میں شامل کر کے انقلابی تحریک کو مضبوط بنانا چاہیے۔ عوام کی شمولیت کے بغیر صرف دس آدمی مسلح ہو کر لڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا''۔ لیکن ان کی دی ہوئی اس وارننگ کی کسی نے بھی پرواہ نہیں کی۔ لیکن آخر کار اسی کارروائی کے سبب حکومت انقلابیوں پر ٹوٹ پڑی۔ انہیں مٹا دیا' اور انقلابی تحریک کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔

شہیدِ وطن اشفاق اللہ خان

اشفاق جس کا انتظار کر رہے تھے وہ تاریخ یعنی 1927ء ڈسمبر 19 تاریخ آخر آ ہی گئی۔ ان کی خواہش کی شادی کا دن آ ہی گیا۔ اس روز بھی ہر روز کی طرح وہ صبح سویرے ہی نیند سے بیدار ہوئے۔ ضروریات سے فارغ ہو کر غسل کیا۔ پاک وصاف کپڑے زیب تن کئے۔ فجر کی نماز ادا کی۔ سکون اور اطمینان سے تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو گئے۔ موت کا استقبال کرتے ہوئے اور یہ سوچتے ہوئے کہ مادرِ وطن کی آزادی کے لئے جاری جدو جہد میں خود ایک نا قابلِ فراموش کردار ادا کر رہے ہیں' انہیں مسرت ہو رہی تھی اور وہ جیل کے حکام کا انتظار کرنے لگے۔

اُدھر پھانسی کی سزا کی تعمیل کے انتظامات مکمل کر کے جیل حکام ان کی سیل کے پاس آئے۔ انہیں دیکھتے ہی اشفاق نے مسکراتے ہوئے پوچھا: ''انتظامات مکمل ہو گئے؟'' اس پر جیل کے حکام بھی بے چین ہو اُٹھے۔ ''اگر ہم سے کچھ لغزشیں ہو گئیں ہوں تو معاف کر دیجئے'' عہدیداروں نے مودبانہ گذارش کی۔ ''حکومت کے عہدیداروں کی حیثیت سے' ملازمین کی حیثیت سے آپ لوگوں کو جو کچھ کرنا تھا آپ لوگوں نے وہی کیا۔ اس میں آپ لوگوں کا کیا قصور ہے؟'' اشفاق نے انہیں دلاسا دیتے ہوئے کہا: اشفاق کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ سنکر جیل کے حکام بھی آبدیدہ ہو گئے۔ اشفاق ایک جست میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ قرآن مجید گلے میں ڈالتے ہوئے کہا: ''میں تیار ہوں''

اس کے بعد ''لبیک'' کہتے ہوئے وہ جیل حکام کے ساتھ پھانسی کی کوٹھری کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس وقت اشفاق کی کیفیت کیا تھی' اس کو بیان کرتے ہوئے سردار بھگت سنگ یوں لکھتے ہیں۔ ''قرآن شریف رکھی ہوئی چھوٹی سے جُزدان کو گلے میں لٹکائے ہوئے حاجیوں کی طرح تلاوت کرتے ہوئے بڑی ہمت سے آگے بڑھنے لگے۔ اس کے بعد تختہ دار پر چڑھ کر پھانسی والی رسی کو بوسہ لیا۔ پھانسی کے تختے پر سے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اشفاق اللہ نے کہا ''کسی کے خُون سے مَیں نے اپنے ہاتھ نا پاک نہیں کئے۔ خدا کے سامنے میری سنوائی ہو گی' مجھ پر لگائے گئے تمام الزامات جھوٹے ہیں۔ (یاد کیجئے: صفحہ: ۴۱' ۴۰)

پھانسی کی سزا کی تعمیل ہونے تک وہ مسکراتے ہی رہے۔ وطن عزیز کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کروانے کے ان کے پختہ ارادے میں آخری وقت تک بھی کوئی ڈھیل نہیں آئی۔ یہاں تک کہ تختہ دار پر چڑھنے کے بعد پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالنے کے بعد پھندے کو کھینچتے وقت بھی انہوں نے یہ اعلان کیا کہ: ''میں نے چاہا کہ مادرِ وطن کو آزاد کروالوں' یہ کوشش میری زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ختم نہیں ہوگی''۔

(Just before the noose was put round his neck, he said, " I tried to make India Free, and the attempt will not end with my life ",. -The History and Culture of The Indian People Vol. XI,(Struggle for Freedom) Edited by RC Majumdar, Bharathiya Vidya Bhavan, Bombay, 1969, Page 546).

اس انداز کے انہوں نے پہلے بھی اشعار کہے تھے۔

بہت ہی جلد ٹوٹیں گی غلامی کی یہ زنجیریں   کسی دن دیکھنا آزاد یہ ہندوستاں ہوگا

تختہ دار پر پھانسی کے پھندے کو نہایت اطمینان اور سکون سے قبول کیا۔ اس کے

گلے میں ڈالتے ہی اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے۔

حکام کی جانب سے اشارہ ملتے ہی جلاد نے پھانسی کی تعمیل کر دی۔ اشفاق کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس طرح بھارت کے اس سپوت نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ مادرِ وطن کے لئے موت کو بھی بخوشی قبول کرنے والے انقلابی اشفاق اللہ نے اپنے مادرِ وطن سے اپنی اٹوٹ وابستگی اور اپنے پیار و محبت کا اظہار کرتے ہوئے شاعرانہ انداز میں اپنی اس خواہش کو ظاہر کیا۔ سفرِ آخرت کے وقت بھی اشفاق کی یہ خواہش تھی کہ انہیں ان کے پیدائشی گاؤں کی مٹی میں دفن کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنی اس خواہش کو اس شعر کی شکل میں پیش کیا۔

کچھ آرزو نہیں ہے، ہے آرزو تو یہ بس رکھ دو کوئی ذرا سی خاکِ وطن کفن میں

اشفاق کی پھانسی کے دن عوام بڑی تعداد میں فیض آباد پہنچ گئے۔ پھانسی کی سزا کی کارروائیاں اندر جیل میں جاری تھیں تو جیل کے باہر ہی نہیں پورے شہر فیض آباد میں عوام

اشفاق اللہ خان کا جسدِ خاکی

بھارت کے اس سپوت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے، ان کے حق میں نعرے بلند کرتے ہوئے فیض آباد شہر تمام کو ہلا ڈالا۔ پھانسی کی سزا کی تکمیل کے بعد ان کے رشتہ داروں نے ان کی نعش کو ان کے پیدائشی گاؤں شاہجہان پور لے گئے۔

شہیدِ وطن کی آخری رسومات (تجہیز و تکفین)

اس زمانے میں انقلابیوں سے حکومت اس قدر خوف کھائے ہوئے تھی کہ پھانسی کی سزا دینے کے باوجود بھی ان شہیدوں کی نعشوں کو ان کے متعلقین کے حوالے نہیں کیا کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اشفاق اپنے گھر والوں کو لکھے ہوئے ایک خط میں اس اندیشہ کا اظہار کیا تھا کہ شاید ان کی نعش کو حوالے نہ کیا جائے۔ اسی چیز کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "مجھے نہیں معلوم کہ یہ لوگ میری نعش کو آپ کے حوالے کریں گے بھی کہ نہیں، روح نکلنے کے بعد تو جسم محض ایک مٹی کا ڈھیر ہے"۔ اس طرح اشفاق نے اپنے عزیز و اقارب کو پہلے ہی تسلی دیدی تھی۔ اس پس منظر میں دیکھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اشفاق اپنی موت کو کتنی آسانی سے قبول کر رہے تھے۔
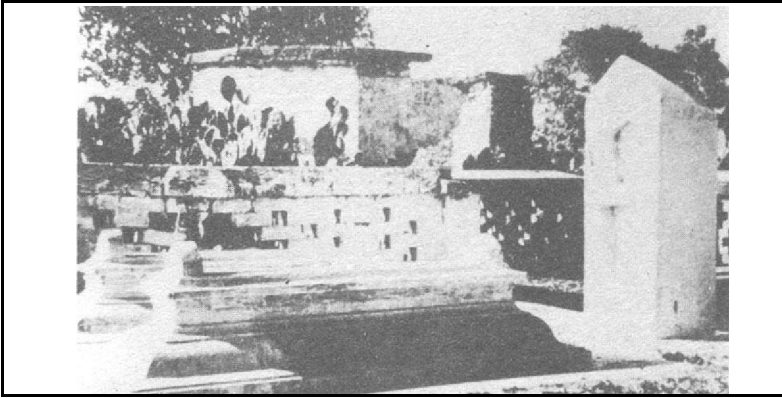
آبائی وطن شاہجہان پور میں اشفاق اللہ کا مزار

اشفاق اللہ خان نے اپنی موت سے صرف ایک دن پہلے یعنی ڈسمبر کی 18 تاریخ کو اخبار "پرتاب" کے مدیر گنیش شنکر ودیارتھی کو ایک ٹیلگرام روانہ کیا۔ اس ٹیلگرام میں انہوں نے خواہش کی کہ "ڈسمبر کی ۱۹ تاریخ کو دن کے دو بجے آپ مجھے لکھنؤ ریلوے اسٹیشن پر ملئے، میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مجھے آخری بار ملیں گے"۔ اس خواہش کے مطابق ہی شری ودیارتھی اپنے نو ساتھیوں کے ساتھ اس دن لکھنؤ ریلوے اسٹیشن پہنچے۔

شہید اشفاق اللہ خان کی میت لانے والی ٹرین لکھنؤ اسٹیشن پہنچی۔ اشفاق کی میت ریل کے ایک کمپارٹمنٹ میں رکھی ہوئی تھی۔ شری ودیارتھی اور دوسرے لوگ ریل کے کمپارٹمنٹ میں چڑھ کر اشفاق کی میت پر ڈھنکے ہوئے کپڑے کو ہٹا کر دیکھا۔ ان کا چہرہ نہایت پُرسکون اور نورانی دکھائی دے رہا تھا۔ ان کی پھانسی ہو کر دس گھنٹے گذر جانے کے باوجود ان کے چہرے پر نورانیت تھی۔ ان کی داڑھی خوب بڑھی ہوئی تھی۔ ان کا جسم پاک وصاف تھا۔ شاید مسکراتے ہوئے موت کو قبول کرنے کے سبب ان کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ ان کا چہرہ پرسکون تھا جیسے وہ چین وسکون سے سو رہے ہوں۔ لیکن یہ ان کی آخری نیند تھی۔ نہ ختم ہونے والی نیند۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک طویل نیند، کبھی نہ جاگنے والی ابدی نیند سو رہے ہیں۔

اشفاق اللہ خان کے جسد خاکی کو شاہجہان پور لے جایا گیا۔ اشفاق اللہ کی خواہش کے مطابق انہیں ان کے آبائی وطن میں دفنایا گیا۔ آخری رسومات (یعنی تجہیز و تکفین) میں لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ شہید وطن کو آخری بار خراج تحسین پیش کیا گیا۔ "ملک کے سات کروڑ مسلم عوام میں، ملک کی آزادی کے لئے تختہ دار پر چڑھنے والا مَیں پہلا شخص ہوں۔ جب مَیں یہ بات سوچتا ہوں تو اپنے آپ پر فخر محسوس کرتا ہوں"۔ کا اعلان کرنے والے اشفاق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے آبائی وطن کی مٹی میں دفن ہو گئے۔

☆☆☆

مادرِ وطن کیلئے جان قربان کرنا بہت بڑی سعادت سمجھ کر فخر محسوس کرنے والے اشفاق صرف ستائیں سال کی عمر میں سو سال کی زندگی کو ختم کرتے ہوئے سینکڑوں سال کی شہرت کی گٹھری اپنے ساتھ لئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون .**

ختم شد

نوٹ: اس کتاب کے ہیرو اشفاق اللہ خان کی کارروائیوں سے متعلق بعض خیالی تصاویر ادارہ بھارتہ بھارتی پستکا مالا (حیدرآباد) کی جانب سے شائع کردہ کتاب "اشفاق اللہ خان" سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف اور ناشروں کو ہم خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (مصنف اور پبلیشرس)

اس کتاب کے بعض اہم مراجع

01. Muslims in India, Naresh KumarJain, Manohar, New-Delhi, 1979.

02. Freedom Movement and Indian Muslims, Santimoy Ray, PPH, New Delhi,1983.

03. Who is who Indian Martyrs, Dr PN Chopra, Govt. of India Publications

04. Souvenir, Indian institute of Objective Studies, New Delhi, 1978.

05. Gnapakam Chesukondi, Eppudina. Amara veerul Uttharaalu (Telugu), Translation by J.Lakshmi Reddy, Govt. of Indian Publications, New Delhi, 1998.

06. Bismil Athma Kadha, Ramprasad Bismil, Translated by Inguva Malli karjuna Sarma, Marxist Adhayana Vedika, Hyderabad, 1989.

07. Freedom Movement in India, Dr. Tara Chand, Govt. of India Publications. New Delhi, 1992.

08. Noorjahan Monthly (English), Aug. 1599, Hyderabad.

09. Geeturai Weekly, (Telugu), Aug. 1999, Hyderabad.

10. Bharatha Swathantrodyamam: Muslimlu, (Telugu) Syed Naseer Ahamed, Azad House of Publications, 1999.

11. Shaheed Ashafhaqulla Khan our Unkaa Yug (Hindi), Sudheer Vidyardhi, Allahabad, 1980.

12. Prajasahithi, Monthly (Telugu), December 2000, Vijayawada.

13. Great Revolutionary Martyr Ashafhaqulla Khan, Basha Sangam, Allahabad, 2001.

14. Remembering Ashfhaqulla Khan - A forgotten Revolutionary (English). KK Khullar, 2000.

15. Ashfhaqulla Khan, SP Sankaranarayana Rao, Translated by Hyndavi, Bharatha Bharathi Pusthkamala, Hyderabad, 1998.

16. Encyclopedia of Muslim Biography, Nagendra Kumar Singh APHPC, New Delhi, 2001.

17. Muslims and India's Freedom Movement, Shan Muhammad, IOS, New Delhi, 2002

18. Struggles for Freedom, RC Majumdar, BVB, Bombay, 1969.

☆☆☆

مصنف کا مختصر تعارف

نام: سید نصیر احمد

والدین: سیدہ بی بی جان صاحبہ' سید میراں محی الدین صاحب

پیدائش: 22/ڈسمبر 1955ء

وطن پیدائش: پُرنی' ضلع نیلور

تعلیم: ایم۔کام' ایم۔اے (تاریخ) یل یل بی' ڈی پی یم' ڈی یل یل' ساہیتہ رتنا (ہندی)

پیشہ: وکالت (ایڈوکیٹ)

دیگر مصروفیات: جرنلزم (صحافت) دوہوں تک ''اُدیم'' ''وارتا'' روزناموں میں' اور سٹی کیبل نٹ ورک' پرائویٹ لیمیٹیڈ میں کئی ذمہ داریوں کا نباہ

شریک حیات: شیخ رمیزہ بانو M.A. Bed

اولاد: سیدہ جاسمین احمد M.A. (Lit)

داماد: ڈاکٹر لیس یم تلمیض الدین BDS

ادبی خدمات: معروف تلگو روزناموں میں کئی نظمیں' کہانیاں اور مضامین

تصانیف: (تمام تلگو میں)

(۱) تحریک آزادیٔ ہند۔ مسلم خواتین

(۲) تحریک آزادیٔ ہند۔ آندھرا پردیش کے مسلمان

(۳) تحریک آزادیٔ ہند۔ مسلمانوں کی عوامی جدوجہد

(۴) جنگ آزادیٔ ہند۔ مسلم مجاہدین (۵) شیر میسور۔ ٹیپو سلطان

(۶) تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان (۷) شہید اشفاق اللہ خان

(۸) 1857ء اور مسلمان (۹) یادگار (مسلم شخصیتیں)

(۱۰) اکشرہ شلپلو (Sculptors of Letters)

333۔ مسلم تلگو مصنفین کا جائزہ

مقصد حیات: سیکولر جمہوری نظام کا قیام

مصروفیات: مطالعہ' تصنیف و تالیف' اشاعت اور تقاریر

مستقل قیام: شوا پرا ساد اسٹریٹ' کتہ پیٹ' وینوکنڈہ 647 522 ضلع' گنٹور

سیل فون: 9396429722, 9440241727

مترجم کا مختصر تعارف

نام : محمد سرور

قلمی نام : ابوالفوزان

(اسی نام سے موصوف کی کتابیں شائع ہوتی ہیں)

تعلیم : ایم۔اے (اسلامیات)، ایم۔اے (اردو)، بھاشارتنا (ہندی)

پیشہ : نائب تحصیلدار (موظف)

مشغلہ : ترجمہ تصنیف و تالیف

تراجم: (تمام تلگو زبان میں)

(۱) انسانی تہذیب پر اسلام کے اثرات و احسانات (۲) نبی کریمؐ کی دعوتی سرگرمیاں اور ہمارا منصب (۳) صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیاں (۴) جنسی تعلقات اور قوانین فطرت (۵) عالم برزخ (۶) اسلام ایک نظام تربیت (۷) اسلام کس چیز کا علمبردار ہے؟ (۸) اسلام ایک خدائی نظام حیات (۹) انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل (۱۰) ہندوستانی مذہبی کتابوں میں آنحضرتؐ کا ذکر (۱۱) شجرہائے سایہ دار (۱۲) تحفظ گائے اور ہندوستانی مسلمان (۱۳) حرمتِ سود۔ کیا دورِ جدید میں بھی قابل عمل ہے؟ (۱۴) شادی مبارک (۱۵) اسلام نے عورت کو کیا دیا؟ (۱۶) جب رشتہ ٹوٹتا ہے (۱۷) دختر کشی کی لعنت اور اس کا حل (۱۸) لڑکیوں کا قتل عام (۱۹) مذاہب عالم میں خدا کا تصور (۲۰) غلط فہمیوں کا ازالہ (غیر مسلموں کے بیس سوالوں کے جوابات) (۲۱) عورتوں کے لئے اسلام کا تحفہ (۲۲) جابر حکمرانوں کے آگے کلمۂ حق بلند کرنے والے جیالے (۲۳) دلت مسئلہ' جڑ میں کون؟

تصانیف: (تمام تلگو میں)

(۱) اورنگ زیب اور مذہبی رواداری (۲) قبولیتِ مذہب میں جبر نہیں (۳) مسلمان کی زندگی ایک نظر میں (۴) جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی

زیر ترتیب و اشاعت تصانیف (تمام تلگو میں)

(۱) اسلام کی مذہبی رواداری (۲) خاندانی منصوبہ بندی کا بھیانک انجام (۳) اکھنڈ بھارت کے معمار' اورنگ زیبؒ (۶۰۰ صفحات)

پتہ : مکان نمبر 7-2-1038' کشمیر گڈہ' کریم نگر' 505001' سل: 9963867432

شہیدِ وطن۔اشفاق اللہ خان

تاریخ پیدائش: 22-10-1900

تاریخ وفات: 19-12-1927